عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۴ | ۸ تا ۱۵ ؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ ؍نومبر ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۴۴

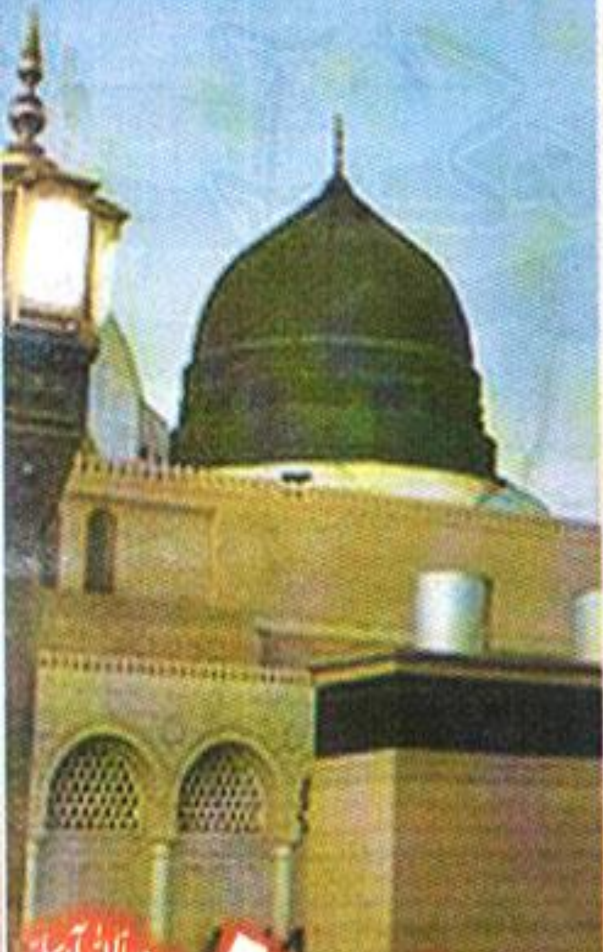

مرزائیت اور عدالتی فیصلے

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جھلک

انسانی زندگی پر گناہ کے اثرات

حضرت مولانا عبدالاحد علیہ رحمۃ اللہ کی رحلت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

نمازِ جمعہ کی اذان ہو جانے کے بعد خرید و فروخت حرام ہے

س:...... جمعہ کی اذان ہو جانے کے بعد خرید و فروخت کرنا حرام ہے اس سے کون سی اذان مراد ہے؟ پہلی اذان جو وقت داخل ہونے کے بعد ہوتی ہے یا دوسری اذان جو خطیب صاحب کے سامنے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے؟

ج:...... پہلی اذان ہونے کے بعد سے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے، اب سوائے جمعہ کی تیاری کے دوسرا کوئی کام کرنا جائز نہیں۔

"و وجب السعی الیہا و ترک البیع بالاذان الاول فی الاصح۔"

(الدر المختار علی الرد المحتار، ص: ۰۷۷، ج: ۱)

نمازِ جمعہ و عیدین کا خطبہ سننا واجب ہے

س:...... اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ ختم ہو جانے کے بعد آئے اور خطبہ نہ سنے تو کیا اس کی نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

ج:...... خطبہ سننا واجب ہے اور باعث ثواب ہے، اگر کسی مجبوری کی وجہ سے خطبہ نہ سن سکے تو نماز ہو جائے گی مگر ثواب میں کمی آ جائے گی، اس لئے خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ پورا پورا ثواب حاصل ہو جائے۔

س:...... کیا صرف نماز جمعہ کا خطبہ ہی ادب و احترام اور بغیر کلام کے سننا واجب ہے یا دوسرے خطبوں کا بھی یہی حکم ہے؟ مثلاً عیدین کا خطبہ، نکاح کا خطبہ وغیرہ۔

ج:...... عیدین اور نکاح کا خطبہ بھی خطبہ جمعہ کی طرح سننا واجب ہے، خطبہ کے دوران بات چیت کرنا یا بلاوجہ چلنا پھرنا یا ایسی کوئی فضول حرکت کرنا منع ہے۔

نمازِ جمعہ فوت ہو جانے پر ظہر کی چار رکعت ادا کرنا

س:...... ایک آدمی ایسے وقت مسجد میں پہنچا کہ امام صاحب نماز جمعہ کی نماز کا ایک طرف سلام پھیر چکے تھے تو کیا یہ اب نماز میں تکبیر کہتے ہوئے شریک ہو سکتا ہے اور کیا یہ نماز جمعہ کی دو رکعت پڑھے گا؟

ج:...... امام صاحب کے پہلے سلام پھیرنے کے بعد نماز میں شریک ہونا اور اقتدا کرنا صحیح نہیں، کیونکہ نماز مکمل ہو چکی ہے، اس لئے اب یہ شخص اپنی علیحدہ نماز پڑھے اور ظہر کی نماز یعنی چار رکعت فرض پڑھے اور اگر کسی دوسری مسجد میں جا کر نماز جمعہ مل جانے کی امید ہو تو وہاں جا کر نماز جمعہ ادا کرنا بہتر ہے تاکہ نماز جمعہ چھوڑنے کے گناہ سے بچ جائے۔

جمعہ و عیدین کا خطبہ سنتے وقت بیٹھنے کی ہیئت

س:...... جب امام صاحب خطبہ دے رہے ہوں تو سامعین کو کس طرح بیٹھنا چاہئے یعنی کون سا طریقہ بہتر ہے؟

ج:...... جس طرح سہولت ہو بیٹھ سکتے ہیں، شرعاً کوئی پابندی نہیں۔ ہاں تشہد کی حالت میں بیٹھنے جیسا انداز اختیار کرنا مستحب ہے۔

"اذا شہد الرجل عند الخطبۃ ان شاء جلس محتبیا او متربعاً او کما تیسر لانہ لیس بصلوۃ او حقیقۃ کذا فی المضمرات ویستحب ان یقعد فیہا کما یقعد فی الصلوۃ۔"

(فتاویٰ عالمگیری، ص: ۶۷، ج: ۱)

جمعہ کا خطبہ شروع ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنا منع ہے

س:...... نماز جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو اس دوران سنتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... جی نہیں! خطبہ سنا جائے کیونکہ اس دوران گفتگو کرنے یا فضول بحث کرنے سے نماز جمعہ کا ثواب زائل ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆........................☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوت

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ — ۱۵تا۲۸ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ نومبر ۲۰۱۵ء — شمارہ:۴۴

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حضرت مولانا عبدالواحدؒ کی رحلت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
۲۳ سالہ حیات نبوی ﷺ کی ایک جھلک	۷	مفتی محمد راشد ڈسکوی
انسانی زندگی پر گناہ کے اثرات	۱۰	اطہر وقار عظیم
مرزائیت اور عدالتی فیصلے	۱۳	مولانا شاہ عالم گورکھپوری
تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ!	۱۶	علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
بڑے رخصت ہوتے جارہے ہیں	۲۰	مولانا زاہد الراشدی
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ	۲۲	مولانا قاضی احسان احمد
آغا شورش کاشمیریؒ...	۲۴	عبدالستار اعوان
حافظ محمد ثاقب گوجرانوالہ بھی انتقال کرگئے	۲۶	قاری عزیز الرحمٰن ثاقب

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۴۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۴۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے تلمیذ وشاگرد، حضرت اقدس مولانا حماد اللہ ہالیجوی نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز، جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کے بانی ومہتمم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب اس دنیائے رنگ وبو کی ۸۶ر بہاریں دیکھ کر عالم عقبیٰ کو روانہ ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

ہمارے اکابر وبزرگ ایک ایک کرکے اس دنیا سے جارہے ہیں اور جاتے جاتے بزبانِ حال یہ فرمارہے ہیں کہ:

یہ سرائے دہر مسافرو! بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو یہاں مقیم تھے کل کے دن کہیں آج ان کا نشاں نہیں
یہ سرائے دہر قیام ہے یہ روا روی کا مقام ہے
جسے یہ خیال ہے خام ہے جو ثبات چاہو تو یاں نہیں
یہ مدام موسم گل کہاں کرے کوئی کیا گلہ خزاں
یہ ستم ہے گردش آسماں بچے اس سے پیر و جواں نہیں
یہ ہر ایک قبر پہ بے کسی بزبانِ حال ہے کہہ رہی
تمہیں آنکھ چاہیے غافلو! مجھے احتیاج بیاں نہیں
جو مثال طوطے خوش بیاں دم گفتگو تھے گہر فشاں
وہ پڑے ہیں ایسے خموش یاں کہ دہن میں گویا زباں نہیں
وہ جہاں خلیل ہے بے بقا نہیں یاں بھروسہ حیات کا
وہ ہے کون باغ جہاں میں گل چلی جس پہ بادِ خزاں نہیں

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ہندوستان کے ضلع غازی پور کے ایک گاؤں شیخ پور میں پیدا ہوئے، اپنے قرب وجوار کے علاقوں میں قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی دینی کتب کی تعلیم حاصل کی، اس وقت غازی پور میں مدرسہ دینیہ علمائے فن کا مرکز تھا، جہاں آپ نے حضرت مولانا قاری عبیداللہ صاحبؒ سے کسب فیض کیا، بعد میں حضرت مولانا قاری عبیداللہ صاحب غازی پور سے یوسف پور چلے گئے تو حضرت مولانا عبدالواحد صاحب جو طالب علم تھے اپنے استاذ کی ہمراہی کی، اس مدرسہ میں عربی پڑھنے والا ایک استاذ اور ایک شاگرد، وقت کی کوئی قید نہیں تھی، جب بھی موقع ملتا تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا، استاذ اور شاگرد میں بے تکلفی بھی تھی، کبھی استاذ کھانا پکاتا اور شاگرد ہاتھ بٹاتا، کبھی شاگرد کھانا پکاتا تو استاذ ہاتھ بٹاتا، اس طرح موقوف علیہ تک تمام کتابیں انہی استاذ سے پڑھیں، پھر اپنے استاذ کے حکم سے دارالعلوم دیوبند دورہ حدیث کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۹۵۰ء میں دورہ حدیث مکمل کرکے آپ نے سند فراغ

حاصل کی۔۱۹۵۴ء میں پاکستان تشریف لائے، جہاں آپ کے بڑے بھائی جناب عاشق الٰہی صاحب پہلے سے کراچی میں موجود تھے، آپ نے بھی کراچی میں سکونت اختیار کی، پھر تلاش مرشد میں ہالیجی شریف تشریف لے گئے، جہاں حضرت مولانا حماداللہ نور اللہ مرقدہٗ مسند آرا تھے، حضرت مولانا حماداللہ قدس سرہٗ کے ہاں زندگی بہت سادہ تھی، کھانا سادہ، اتنا سادہ کہ ہمارے دور کے متوسط گھرانوں میں اس کا تصور بھی مشکل ہے، آج کل کے لوگوں کے لئے اور کوئی مجاہدہ نہ ہو تو یہی مجاہدہ سخت ترین مجاہدہ ہے، حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شہر کے رہنے والے، چٹپٹے، مسالے والے کھانوں کے عادی، ہالیجی شریف میں خانقاہ کا کھانا چند روز کھاتے تو منہ سے پانی چھوٹنے لگتا لیکن یہ خانقاہ کی محبت تھی، ان کے جذبات باطن کی کشش تھی کہ ہفتوں بلکہ مہینوں اسی سادگی میں مست رہتے تھے، نام خدا کی حلاوت وہ تھی کہ ہر حلاوت ولذت سے بے نیاز کر رکھا تھا، وہاں کا کھانا کیا تھا، آپ حضرت ہالیجوی قدس سرہ کے حالات میں پڑھ آئے ہیں، پھر سن لیجئے کہ آج دورِ تعیش میں یہ ایک نامانوس سی حکایت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت کے یہاں بازار کی بنی ہوئی چیز ''شجر ممنوعہ'' تھی، نہ مٹھائی اور نہ کوئی اور چیز! خانقاہ میں اگر کوئی شخص بازار کی پکی اور بنی چیز لاتا تو آپ اسے قبول نہ کرتے اور نہ فقراء خانقاہ میں کسی کو کھانے کی اجازت دیتے، جو کچھ نان نمک ہوتا، وہیں حضرت کے گھر تیار ہوتا، پکانے والے بھی سب ذاکر و شاغل، صاحب تقویٰ وطہارت اور کھانے والے بھی پاک صاف قلب وزبان والے، باطنی احوال میں خود بخود ترقی ہوتی چلی جاتی، اوہام وخیالات اور ہجوم وساوس کا تو شاید وہاں گزر بھی نہ تھا۔ پیر خانقاہ کی شخصیت اتنی طاقت ور تھی کہ غبی اور بے استعداد سالک بھی نور معرفت سے منور ہو جاتا تھا۔

حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ نے جب مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو اپنا سب کچھ دے دیا ایک عالم خود فراموشی کا آپ پر طاری ہو گیا، کھانے، کپڑے، مکان اور سامان معیشت کا ہوش نہ رہا، دن رات ذکر الٰہی کی محویت رہتی تھی، اعزہ واقرباء کو افسوس ہوتا تھا کہ اتنا پڑھا لکھا عالم وفاضل نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ دیوانہ سا ہو رہا ہے لیکن کسی کو کیا خبر کہ یہ دیوانگی کتنی مبارک تھی، ہزاروں فرزانگیاں اس پر قربان۔

حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ کے ایک مرید جناب اعجاز اعظمی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت والا سے تعلق ہونے کے بعد ان کی برکت سے عرصہ تک ذوق وشوق کی عجیب وغریب کیفیات رہیں، ہر وقت ایک سرشاری اور سرور کی کیفیت رہا کرتی تھی لیکن اچانک جو کیفیت بدلی ہے تو سارا ذوق وشوق کافور، عجیب سی مجبوری کی کیفیت پیدا ہوگئی، ذکر وشغل کا سارا لطف جاتا رہا، طبیعت پریشان ہوگئی، اسی پریشانی میں خانقاہ شریف میں حاضری ہوئی، خدمت اقدس میں پہنچ کر بھی وہی افسردگی اور بے کیفی چھائی رہی، دل اپنے آپ میں نہ تھا، اسی بے قراری میں میں نے حضرت کے پاؤں پر ہاتھ مار کر کہا کہ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں، نہ آپ میرے پیر نہ میں آپ کا مرید! حضرت نے نہایت سکون اور وقار سے جواب دیا۔

بیٹا! حال را زوال، مقام را دوام

یعنی یہ تو حال ہے، حال چلا جاتا ہے لیکن جب وہ راسخ ہو کر مقام بن جاتا ہے تو دائم رہتا ہے۔ ابھی تلوین ہے، بعد میں تمکین حاصل ہوگی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی، وہی بے چینی رہی، کچھ دنوں کے بعد میں نے اسی گستاخانہ انداز میں ہاتھ مار کر کہا کہ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں، نہ آپ میرے پیر نہ میں آپ کا مرید، یہ سن کر حضرت پر ایک کیفیت طاری ہوئی، حضرت ہمیشہ مجھ سے اردو میں بات کرتے تھے مگر آج سندھی زبان میں ارشاد فرمایا:

پٹ مخلوق ساں تعلق چھٹ ، خالق ساں تعلق کر

''بیٹا! مخلوق سے تعلق توڑ، خالق سے تعلق جوڑ'' بس اتنا سننا تھا کہ ساری بے قراری کافور ہوگئی اور طبیعت ٹھہر گئی، ایک مقام سخت آیا تھا مگر شیخ کی توجہ و کرم سے یہ گھاٹی پار ہوگئی۔

حضرت مولانا حماد اللہ قدس سرہ نے تکمیل سلوک کے بعد بیعت کی اجازت عطا فرمائی، حضرت اقدس ۱۹۵۴ء میں کراچی تشریف لے گئے، ۱۹۶۱ء میں آپ کے شیخ کا انتقال ہوا اس چھ سات سال کے عرصہ میں حضرت اقدس بکثرت شیخ کی صحبت میں رہے اور اجازت سے سرفراز ہوئے۔

جناب اعجاز اعظمی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس سے اس حقیر کو غالباً ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں شرف ملاقات حاصل ہوا، غازی پور میں دو ماہ قیام رہا، سفر حضر، جلوت خلوت میں بکثرت ساتھ رہا، سب سے پہلی جو بات دل میں بیٹھی وہ حضرت کی رقت قلب اور بات بات پر آنسوؤں کا چھلک پڑنا تھا، اللہ کا ذکر آیا اور آنکھیں برس پڑیں، رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ آیا اور دل بیتاب ہوا اور یہ بے تابی آنکھوں کی راہ سے بہنے لگی۔ قرآن کریم کی تلاوت میں، نماز کے اندر رونے اور گریہ وزاری کے تذکرے بزرگوں کے حالات میں پڑھتے تو بہت تھے لیکن مشاہدہ بہت کم ہوا تھا۔ یہ حسرت حضرت کو دیکھنے کے بعد پوری ہوئی۔ میں نے کراچی کے معمولات میں دیکھا کہ حضرت بعد نماز فجر بیٹھ جاتے تھے اور قرآن کی تلاوت زبانی حفظ سے شروع فرماتے، ایک دو صاحب قرآن شریف کھول کر سنتے، قرآن کی تلاوت جاری ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، آواز قدرے متاثر ہو رہی ہے، کبھی اچھی خاصی گھٹ جاتی ہے مگر نہ تلاوت کا تسلسل ٹوٹتا ہے، نہ آنکھوں کی روانی میں فرق آتا ہے۔ سننے والے بھی رونے لگتے، دو دو تین تین پارے سناتے اور روتے رہتے، مجھے رہ رہ کر قرآن کریم کی آیت یاد آتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا من الشاهدین۔'' (المائدۃ:۸۳)

ترجمہ: ''جب وہ لوگ اس کلام کو جو رسول پر اتارا گیا ہے، سنتے ہیں تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہو کہ آنسوؤں سے بہہ پڑتی ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، ہم کو گواہوں میں لکھ لیجئے۔''

رسول اللہ ﷺ کے احوال مبارکہ میں بار بار یہ بات پڑھنے میں آتی ہے کہ قرآن پڑھتے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، ایک امتی کی آنکھوں کو اس طرح بہتے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ کی یاد بے ساختہ دل کو تڑپا جاتی تھی۔ اس خاص انابت واستحضار کے ساتھ موقع موقع پر حضرت کی ذہانت وظرافت بھی جلوہ گر ہوتی رہتی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انداز اس ذہانت وظرافت کے امتزاج سے اس قدر پیارا ہوتا ہے کہ آدمی قربان ہو کر رہ جائے۔

ایک صاحب بوڑھے داڑھی مونچھ صاف حضرت کی خدمت میں اپنے پوتے کو گود میں لئے ہوئے حاضر ہوئے کہ حضرت اسے دم کر دیجئے، حضرت دم کرنے لگے، بے زبان بچہ اپنے دادا کے منہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کچھ غوں غاں کر رہا تھا، حضرت نے فرمایا کہ: آپ جانتے ہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہہ رہا ہے اب ہم آگئے ہیں سیٹ خالی کیجئے اور جانے کی تیاری کیجئے، داڑھی رکھ لیجئے، اب وہاں آخرت کے لحاظ سے رہئے۔ وہ صاحب بہت متاثر ہوئے اور وعدہ کیا کہ اپنے اندر تبدیلی لاؤں گا۔

ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا کہ مجھے تلاوت قرآن سے بہت شغف ہے، اگر میں سارے ذکر واذکار کو چھوڑ کر تلاوت قرآن پر ہی اکتفا کروں تو کیا حرج ہے؟ حضرت نے بے ساختہ فرمایا کہ اگر آپ کہیں کہ میں تمام غذاؤں کو چھوڑ کر صرف گھی کھایا کروں تو کیا حرج ہے؟ اس پر حکیم اور ڈاکٹر کا جواب کیا ہوگا؟ بس وہ خاموش ہو گئے۔

حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ کی نیکی اور تقویٰ ہی تھا کہ آپ کی تمام اولاد حفاظ اور علماء ہیں جو آج بھی دوسرے مشاغل کے ساتھ اپنے والد کے لگائے گئے باغ ''جامعہ حمادیہ'' کی عمدہ انداز میں حفاظت وآبیاری کر رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید ان کو ترقیات سے نوازیں اور اپنے والد ماجد کے لیے ان سب کو صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

۶۳ سالہ حیاتِ نبوی ﷺ کی ایک جھلک

مفتی محمد راشد ڈسکوی

سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے روز صبح صادق کے وقت ربیع الاول، عام الفیل بمطابق اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چند مہینے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم "عبداللہ" کی وفات ہوگئی، آپ کے دادا جان "عبدالمطلب" کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب" ہے، اور آپ کی والدہ محترمہ "آمنہ" کی طرف سے آپ کا نام "احمد" تجویز ہوا۔ ابولہب کی آزاد کردہ باندی "ثویبہ رضی اللہ عنہا" کے چند دن دودھ پلانے کے بعد شرفاء قریش کی عادت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا" کی رضاعت میں دے کر مضافات مکہ میں بھیج دیا گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن کے تھے۔

ولادت کے چوتھے سال شق صدر کا واقعہ پیش آیا، مؤرخین لکھتے ہیں کہ شق صدر کا واقعہ چار بار پیش آیا، ایک: زمانہ طفولیت میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس، دوسری بار دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ (فتح الباری: ۱۳/۴۸۱) تیسری بار: واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی، ص: ۲۱۵) اور چوتھی بار: واقعہ معراج کے موقع پر۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹)۔ بعض نے پانچویں بار کا شق صدر بھی ذکر کیا ہے، لیکن وہ صحیح قول کے مطابق ثابت نہیں ہے۔ (سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۷۵) آپ تقریباً چھ سال تک "حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا" کی پرورش میں رہے۔

ولادت کے چھٹے سال آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے اپنے میکے میں ایک ماہ کا قیام کیا، وہاں سے واپسی پر مقام ابواء میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ (شرح المواہب للزرقانی: ۱/۱۶۰)

ولادت کے ساتویں سال آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی تربیت میں پروان چڑھتے رہے۔

اور ولادت کے آٹھویں سال "دادا محترم" کا انتقال ہوگیا، دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا "ابوطالب" کی پرورش میں آگئے۔

(طبقات ابن سعد: ۱/۷۴)

اور ولادت کے بارھویں سال آپ نے اپنے چچا کے ساتھ شام کے پہلے تجارتی سفر میں شرکت کی، اسی سفر میں بحیرہ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیش گوئی بھی دی۔ (الخصائص الکبریٰ: ۱/۸۴)

اور ولادت کے چودہویں سال یا پندرہویں سال اور بعض روایات کے مطابق بیسویں سال عربوں کی مشہور لڑائی "حرب الفجار" پیش آئی، اس جنگ میں آپ اپنے بعض چچاؤں کے اصرار پر شریک تو ہوئے لیکن قتال میں حصہ نہیں لیا۔

(روض الانف: ۱/۱۲۰)

اور ولادت کے سولہویں سال میں آپ نے اہل مکہ کے حلف الفضول نامی معاہدے میں شرکت کی۔

اور ولادت کے پچیسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کا دوسرا سفر شام کی طرف کیا، سفر سے واپسی پر اس سفر میں پیش آنے والے واقعات، تجارتی نفع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وواقعات سن کر دو مہینہ اور پچیس روز کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نکاح کا پیغام بھجوا کر آپ سے نکاح کرلیا۔

(طبقات ابن سعد: ۱/۸۳)

اور ولادت کے پینتیسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی ہونے والی تیسری تعمیر کے وقت حجر اسود کو اپنے دست اقدس سے نصب فرماکر خانۂ جنگی کے لئے کمربستہ قبائل قریش کے درمیان باہمی محبت والفت پیدا فرمادی اور اس کٹھن مرحلے کو حسن خوبی انجام خیر تک پہنچایا۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/۱۹۵)

حیات طیبہ کے اکتالیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ایسا بے مثال رہا کہ اپنے تو اپنے، بلکہ غیروں کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین ہیں۔

ولادت کے چالیسویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ وقت غار حرا میں گذارا، یہیں ہی آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا۔

نبوت کے پہلے سال غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ علق کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں، (شرح المواہب: ۱/۲۰۷) باتفاق مؤرخین آپ کو نبوت اتوار کے دن عطا ہوئی، لیکن مہینہ کے بارے

میں مؤرخین کا اختلاف ہے، ابن عبد البرؒ کے نزدیک آٹھ ربیع الاول کو نبوت سے سرفراز ہوئے، اس قول کی بنا پر بوقت بعثت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ جب کہ ابن اسحاقؒ کے قول کے مطابق سترہ رمضان کو آپ کو نبوت ملی، اس قول کے مطابق بوقتِ بعثت آپ کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ تھی، حافظ ابن حجرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباری، کتاب التعبیر ۳۱۳/۱۲)

نبوت کے دوسرے سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ تبلیغ فرماتے رہے، اسی سال حضرت خدیجہ، حضرت ورقہ بن نوفل، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت عفیف کندی، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت خالد بن سعید، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت عمرو بن عنبسہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ سب اور کچھ دیگر حضرات صحابہ سابقین اولین صحابہ کہلاتے ہیں۔

نبوت کے تیسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ کی ولادت ہوئی۔

نبوت کے چوتھے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاعلان دعوت دین دینے کا حکم ہوا، جس کی بنا پر کفار خصوصاً قریش کی طرف سے بھی کھلم کھلا دشمنی، اور بغض وعداوت کا مظاہرہ ہونے لگا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

نبوت کے پانچویں سال حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے، اسی سال حبشہ کی طرف پہلی اور دوسری ہجرت ہوئی، پہلی ہجرت میں گیارہ مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں۔ (فتح الباری: ۱۸۰/۱) اور دوسری ہجرت میں چھیاسی مرد اور سولہ عورتیں شامل تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱۱۱/۱)

اسی سال حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل ملعون کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی، یہ اسلام کی خاطر شہید ہونے والی پہلی خاتون ہیں۔

نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کی برکت سے مسجد حرام میں نماز اعلانیہ ادا کی گئی۔
(شرح المواہب: ۲۷۶/۱)

نبوت کے ساتویں سال مقاطعۂ قریش کا واقعہ پیش آیا، آپ علیہ السلام کے ساتھ بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔
(روض الانف: ۲۳۲/۱)

نبوت کے آٹھویں سال مشرکین مکہ کے مطالبہ پر شق قمر کا بے مثال معجزہ رونما ہوا۔
(البدایہ والنہایہ: ۱۱۸/۳)

نبوت کے نویں سال میں بھی شعب ابی طالب میں ہی محصور رہے۔

نبوت کے دسویں سال مقاطعہ ختم ہوا (طبقات ابن سعد: ۱۳۹/۱) اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے تقریباً تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا (شرح المواہب: ۲۹۱/۱)۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔ اور اسی سال واقعۂ طائف بھی پیش آیا۔
(البدایہ والنہایہ: ۱۳۵/۳)

نبوت کے گیارہویں سال مدینہ سے آنے والے حاجیوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے تقریباً چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، اس سے انصار کے اسلام کا آغاز ہوا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۴۸/۳)

نبوت کے بارھویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور اسی موقع پر امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اسی سال بیعت عقبۂ اولیٰ ہوئی۔ اس میں ۱۲ افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔
(شرح المواہب: ۳۱۶/۱)

نبوت کے تیرھویں سال بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی جس میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔ اسی سال قریش نے نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدنی دور:

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کی حیات مبارکہ کا دور "مدنی دور" کہلاتا ہے، جو کہ بڑا تابناک دور ہے جس میں آپ علیہ السلام کی ان تھک کوششوں، محنتوں اور قربانیوں کے سبب اسلام کو غلبہ ہی غلبہ ملا، آپ علیہ السلام کی جانثار جماعتِ قدسیہ کے سرفروشوں نے اسلام کی نشر واشاعت کے لئے آپ علیہ السلام کے اشاروں پر اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ علیہ السلام کے اس بے مثال دور کا نقشہ کھینچنے کی منظر کشی اتنی طویل ہے کہ شاید کئی ضخیم مجلدات کا پیٹ بھی اس موضوع کو اپنے میں نہ سما سکے، ذیل میں بہت ہی

اختصار کے ساتھ ہجرت کے بعد کی زندگی کو اشارۃً بطور ایک جھلک کے پیش کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا پہلا سال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین دن تک غار ثور میں روپوش رہنے کے بعد یکم ربیع الاوّل کو مدینہ کی جانب ہجرت کی، اسلام کی پہلی مسجد مسجد قباء کی بنیاد رکھی، مدینے کے یہودی اور آس پاس کے رہنے والے قبیلوں سے امن اور دوستی کا عہد نامے ہوئے۔ اسی سال حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی سال مسجد نبوی کی بھی تعمیر کی گئی۔ اذان واقامت کی ابتداء بھی کی گئی۔ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک مثالی بھائی چارہ قائم ہوا، جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اسی سال شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ہوئی۔

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا، رمضان کے روزے، زکوۃ، صدقۃ الفطر اور عیدین کی نمازیں فرض ہوئیں۔ مسجد اقصیٰ کے بجائے بیت اللہ کو جہت قبلہ قرار دیا گیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال بھی اسی سال ہوا۔ حق وباطل کا پہلا غزوہ بدر بھی اسی سال پیش آیا۔

ہجرت کے تیسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا سے اور اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی، آپ کی لخت جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ گستاخان رسول کعب بن اشرف اور ابورافع کو جہنم رسید کیا گیا۔ اسی سال غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا۔

ہجرت کے چوتھے سال بنو نظیر کی جلاوطنی ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ اور شراب کے حرام ہونے کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

ہجرت کے پانچویں سال شرعی پردہ کا حکم نازل ہوا، زنا کی سزا کا حکم ہوا، صلاۃ الخوف کی مشروعیت ہوئی، تیمم کی اجازت ملی، واقعہ افک ہوا اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں سورۃ النور نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ غزوہ خندق، غزوہ بنی مصطلق اور غزوۂ بیر معونہ پیش آیا، جس میں ۷۰ حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے شہید کیا گیا۔

ہجرت کے چھٹے سال مالدار مسلمانوں پر حج فرض ہوا۔ سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ اسی سال حدیبیہ کی صلح ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۰۰ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد دیگر ممالک کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے۔ اسی سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دور ہوا۔

ہجرت کے ساتویں سال غزوہ خیبر پیش آیا۔ اس غزوہ سے واپسی پر لیلۃ التعریس کا واقعہ پیش آیا، جس میں پورے لشکر کی نماز فجر قضا ہوگئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ایک یہودی عورت زینب بنت حارث کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان، حضرت میمونہ بنت حارث، اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہن سے نکاح ہوا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ کی آخری زوجہ ہیں۔

ہجرت کے آٹھویں سال حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء فرمایا، غزوہ موتہ اور فتح مکہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ حنین وطائف ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک پیش آیا اور اس غزوہ سے واپسی پر منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کو منہدم کر دیا گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی موت ہوئی۔ اس سال ستر/۷۰ سے زائد وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سورۃ التوبہ نازل ہوئی۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلا کیا اور قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرے، جس کی وجہ سے دائیں پہلو اور پنڈلی پر خراش آئی، اسی سال حج فرض ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر تین سو افراد کے ساتھ حج کے لئے بھیجا گیا۔

ہجرت کے دسویں سال مسیلمہ کذاب نے اور اسود عنسی نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اس خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں، جن کی تعداد ۹ تھی اور صحابہ کرام کی تعداد ۱۰۰،۰۰۰ (ایک لاکھ) سے متجاوز تھی۔ اس موقع پر اسلام کے سارے اصول سمجھا دیئے گئے۔ جاہلیت کی رسموں کو اور شرک کی باتوں کو ملیامیٹ فرما دیا گیا اور امت کو الوداع کہتے ہوئے پوری امت مسلمہ بلکہ پوری کائنات کو یتیم کرتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی اللہ جل جلالہ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ☆☆

انسانی زندگی پر گناہ کے اثرات

اطہر وقار عظیم

آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو راحت خوشی اور مسرت کے ابدی مقام جنت سے رنج و غم اور مصیبت کے گھر (یعنی دنیا) میں لا ڈالا؟ آخر وہ کون سا قدم تھا جسے اٹھانے کے بعد ابلیس کو آسمانی بادشاہت سے نکال پھینکا گیا اور راندۂ درگاہ اور لعنت و ملامت کے قابل بنا دیا گیا، اس کے ظاہر و باطن کو مسخ کر ڈالا گیا، وہ جنت میں تھا لیکن دہکتی ہوئی آگ اس کا مقدر بنی وہ جو تسبیح و تقدیس اور روحانیت کے وظیفے کو حرز جاں بنائے ہوئے تھا، اب کفر و شرک، مکر و فریب، دروغ گوئی اور فحاشی اس کی فطرت ثانیہ بنی۔ آخر کیا وجہ تھی کہ عاد کی قوم پر ایسی آندھی بھیجی گئی جس نے اس قوم کے ایک ایک قد آور اور بلند و بالا فرد کو کھجور کے لمبے تنے کی طرح مردہ اور بے حس و حرکت کر کے زمین پر ڈال دیا، ان کی آبادی، کھیت و کھلیان، چوپائے اور مویشی غرض ایک ایک چیز فنا کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ وہ کون سا جرم تھا جس کی پاداش میں ثمود کی قوم پر ایسی چیخ اور چنگھاڑ مسلط کی گئی جس کی تیز آواز نے ان کے دل، سینے اور پیٹ کو چیر کر رکھ دیا، اسی طرح وہ کیا غلیظ حرکات تھیں جن کے اصرار پر قوم لوط کی بستیوں کو اتنا اونچا اٹھا گیا کہ آسمان کی بلندی پر قدسیوں نے ان بستیوں کے کتوں کی آوازیں سنیں، پھر اس بستی کو الٹ کر انہیں اوندھا کر دیا گیا۔ آسمان سے ان پر پتھروں کی مسلسل بارش ہوتی رہی اور ایک ایک متنفس ہلاک کر دیا گیا۔ وہ کون سی چیز تھی جس کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر سائبان کی شکل میں بادلوں کا عذاب نازل کیا گیا، ابر کی یہ چھتری جب ان کے اوپر تن جاتی تو اس کے اندر سے آگ کے شعلے نمودار ہوتے اور دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہوتی۔ اسی طرح آخر وہ کیا چیز تھی جس نے فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں ڈبو دیا، جس نے قارون کو اس کے گھر بار اور اہل و عیال سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ آخر وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت گیر قوموں کو مسلط کیا گیا۔ انہوں نے مردوں کو تہ تیغ کیا، بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنایا، گھر بار کو آگ لگا دی اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔ آخر کیوں ان مجرم قوموں پر طرح طرح کی سزاؤں کو نافذ کیا گیا۔ کبھی وہ موت کے گھاٹ اتارے گئے، کبھی قید و بند میں مبتلا ہوئے، ان کے گھر اجاڑے گئے اور بستیاں ویران کی گئیں، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط کیے گئے، کبھی ان کی صورتیں بندر اور سور کی سی بنا دی گئیں۔ بے شک وہ چیز، وہ جرم وہ غلیظ حرکات اور عمل صرف اور صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں اختیار کیے گئے گناہوں پر اصرار تھا جس کے نتیجے میں ماضی میں لاتعداد افراد اور قوموں کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے اس قاعدے کی وضاحت کی گئی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہوگی تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کرے گا، میں (ام سلمہؓ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان دنوں ان کے اندر نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ فرمایا: عام لوگوں کو جو مصیبت پہنچے گی وہ لوگ بھی اس کا شکار ہوں گے، پھر انجام کار اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ان کا ٹھکانہ ہوگی۔‘‘

حضرت حسنؓ کی ایک مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’یہ امت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کے جوار رحمت میں ہوگی، جب تک اس امت کے امراء اپنے علماء کی موافقت اور ان کی اعانت کریں گے، امت کے صالحین، فاسقوں اور فاجروں کو صالح اور نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ، بروں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا، پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کرے گا جو انہیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کرے گا۔‘‘

اللہ کے نافرمان، فاجر اور بدکار لوگوں کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ وہ نیکی اور بدی کے نتائج کو یکساں ثابت کر دیں، اچھے اور برے افراد میں تفریق اور تمیز ختم کر دیں، اس مقصد کے حصول کے لئے وہ گناہگاروں اور نیکوکاروں کے بارے میں دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ نیک اور بد دونوں ایک جیسی زندگی گزارتے ہیں، اس لئے مرنے کے بعد بھی یکساں سلوک کے مستحق ٹھہریں گے، حالانکہ یہ غیر

عقلی، غیر سائنسی دعویٰ محض ان کے بے بنیاد گمانوں پر مبنی ہے، کیونکہ اسلام کے مطابق معصیت اور گناہوں کے انسانی جسم اور روح پر نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، گناہوں کا بُرا اثر انسانی دل اور جسم پر یکساں پڑتا ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ کثرت گناہ کے نتیجے میں ہونے والے دنیا اور آخرت میں ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ، اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کوئی اور نہیں لگا سکتا، یہاں قرآن وسنت کی فکر کی روشنی میں گناہ کے انسانی زندگی پر مضر اثرات بیان کئے جارہے ہیں:

برکت میں کمی:

گناہوں کے ارتکاب کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ کثرت گناہ سے برکت مٹ جاتی ہے۔ روزی، علم، معرفت، کردار اور اطاعت وبندگی کی برکتیں مٹ جاتی ہیں، چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی عمر کم ہوجاتی ہے۔ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق وفجور اور گناہ سے اس کا الٹا اثر ہونا ناگزیر ہے۔ زندگی سے برکتیں ناپید ہوجاتی ہیں، اگرچہ علماء کرام میں اس امر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک زندگی کی برکتیں زائل ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زندگی بے برکت اور بے کیف ہوکر رہ جاتی ہے۔ علماء کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ کثرت گناہ سے زندگی کا دورانیہ کم ہوجاتا ہے اور روزی میں کمی آجاتی ہے۔ اس کے برعکس پرہیزگاری اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ:

ایک بُرائی سے دوسری بُرائی جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بُرائی کرنے کے بعد انسان اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے کے قابل نہیں ہوپاتا، ہر بُرائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد دوسری بُرائی بھی کرتا ہے، جب کہ نیکی کا صلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے، گویا جب کوئی بندہ نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کر، پھر تیسری کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا، اس طرح یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ بندہ نیک بن جاتا ہے، بعینہٖ یہی معاملہ بُرائیوں کے ساتھ بھی ہے، ایک بُرائی کو چھپانے کے لئے دوسری بُرائی کا ارتکاب ہوتا ہے، اس طرح بُرائیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

گناہوں کو حقیر سمجھنا:

کثرت گناہ سے انسان کے دل میں گناہ کا احساس باقی نہیں رہتا، گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہوجاتا ہے۔ یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے، کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے۔ بخاری شریف میں ابن مسعودؓ سے یہ روایت مذکور ہے:

''مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے اور فاسق وفاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے (ہاتھ ہلانے) سے مکھی اڑ کر چلی جاتی ہو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حقیر گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ یہ گناہ جب جمع ہوجاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کردیتے ہیں، جیسے یک قوم نے کسی چٹیل میدان پر پڑاؤ ڈالا، اتنے میں کھانے کا وقت ہوجاتا ہے، تب ایک شخص جاکر لکڑی لے آتا ہے، دوسرا جاتا ہے وہ بھی کہیں سے لکڑی لے آتا ہے، یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہوجاتی ہیں، پھر اس کا الاؤ بنتا ہے اور وہ لوگ اس کے اوپر کھانے کی چیزیں رکھ کر پکاتے ہیں۔''

وحشت اور گھبراہٹ کا احساس:

گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اَن دیکھے خوف، پریشانی اور گھبراہٹ سے دوچار رہتا ہے۔ یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت نہ اسے مزہ دیتی ہے اور نہ کسی قسم کا آرام پہنچانے دیتی ہے، اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کے اندر ایمان کی رمق ہو، ورنہ جس کے دل پر مہر لگ جائے تو اسے کہاں احساس ہوگا؟ اس لئے دانا اور ہوشمند کے لئے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت:

گناہوں اور معصیت کے ارتکاب سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل ہوجاتا ہے اور اس کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ گناہ گاروں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''انہوں نے ذلیل وخوار ہوکر اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزت نفس کا انہیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں گناہوں سے محفوظ رکھتا، جب بندہ از خود ذلیل وخوار ہوگا تو بھلا کون اس کا احترام کرے گا؟''

قوت ارادی میں کمزوری:

مسلسل گناہوں کے ارتکاب سے بُرائی کا ارادہ نمو پاتا ہے، پرہیزگاری پر مبنی زندگی گزارنے کا ارادہ آہستہ آہستہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے، یوں ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب توبہ کا خیال یکسر دل سے نکل جاتا ہے، پھر دل میں مایوسی، اداسی، سستی اور

نیم مردنی کے گھر کر لینے کی وجہ سے بندگی کا حق ادا کرنے کا حوصلہ کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ ایسے حال میں توبہ واستغفار کی بھی جائے تو وہ بھی عموماً جھوٹ پر مبنی اور زبانی کلامی ہوگی، کیونکہ دل میں کثرت گناہ کی وجہ سے یہ خیال ہر وقت انگڑائیاں لے رہا ہوتا ہے کہ کوئی موقع ملے اور گناہ کر گزرے اور اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لعنت:

مسلسل گناہوں کے ارتکاب اور اصرار کی وجہ سے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ملعون ہوجاتا ہے اور امکان بڑھ جاتا ہے کہ روز قیامت وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی محروم رہ جائے گا، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ جتنا بڑا ہوگا اس کا مرتکب اس کے وبال میں گرفتار ہوگا، اس کے علاوہ اندھے کو غلط راستے پر ڈالنے اور چوپائے سے جفتی کرنے والے پر لعنت ہے، قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور بیوی کو خاوند یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے پر لعنت فرمائی گئی ہے، رشوت لینے والے، دینے والے اور اس کے لین دین میں درمیانی کردار ادا کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے۔

رسول کریم ﷺ اور فرشتوں کی دعاؤں سے محرومی:

گناہوں کا مرتکب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ وہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، اس طرح فرشتے بھی ان مومنین کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی پیروی کے علاوہ کوئی اور راستہ صراط مستقیم کے طور پر موجود نہیں ہے۔

غیرت اور حمیت سے محرومی:

گناہوں سے انسان کے حق میں مضر اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل کے اندر سے غیرت اور حمیت کی حرارت بجھ جاتی ہے، جب کہ دل کی زندگی، سرگرمی اور پاکیزگی کے لئے غیرت کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ غیرت کی تپش اور سوزش سے ہی دل کا زنگ اور میل کچیل اترتا ہے، اس لئے وہ زیادہ اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ غیرت مند ہوتے ہیں۔

شرم وحیاء سے محرومی:

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیا کا مادہ ختم ہوجاتا ہے، حالانکہ دلوں کی زندگی کے لئے شرم وحیا کا ہونا نہایت ضروری ہے، حیا ہر خیر اور بھلائی کا جزو ہے۔ اس لئے صحیح حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

”حیا سراپا خیر ہے لوگوں کو پہلی نبوتوں کی جو باتیں معلوم ہوسکیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمہارے اندر شرم وحیا نہیں تو جو چاہو کرو۔“

خدا فراموشی، خود فراموشی:

کثرت معصیت اور گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ معصیت یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو فراموش کردے اور اسے شیطان کا آلۂ کار اور شکار ہونے کے لئے تنہا چھوڑ دے۔ اس لئے آدمی کے لئے خدا فراموشی اور خود فراموشی سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہوسکتی، ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہ خداوندی سے یکسر اپنا حصہ بھی فراموش کرجائے اور جو کچھ اسے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ہے، اس سے محروم کردیا جائے تو پھر اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوسکتی ہے؟ گناہ گار ان انمول نعمتوں کو غبن، دھوکا دہی اور معمولی مادی منفعت کے بدلے بیچ دیتا ہے۔

نعمتوں کا چھن جانا:

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں گناہ گاروں سے چھین لی جاتی ہیں۔ آدمی سزا اور انتقام کی زد میں آجاتا ہے اور پھر اس فرد یا قوم کو عذاب سے دوچار کرکے عبرت کا نشان بنادیا جاتا ہے۔

انسانی بزرگی میں فرق:

معصیت کا ارتکاب کرلینے کے بعد گناہ گار سے تعریف وتوصیف اور روح کے سب نام چھین لئے جاتے ہیں اور ان پر بدنامی اور ظلم وزیادتی کا لیبل چڑھ جاتا ہے، اس کے نام سے صاحب ایمان، پارسا، نیکوکار، پرہیزگار، فرمانبردار، خاصۂ خدا، عابد وزاہد، صالح، توبہ کرنے والا، بار بار اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، راضی برضا اور پاک باز جیسے القاب نکل جاتے ہیں، اس کے بجائے فاسق، فاجر، سرکش، بدکار، فسادی، خبیث، راندۂ درگاہ، زناکار، چور، جھوٹا، قاتل، خائن، اغلام بازی کرنے والا، قطع رحمی کرنے والا اور دھوکا دینے والے کے القاب اس کو دیئے جاتے ہیں اور ظاہر ہے یہ سب گناہ کے نام ہیں۔

پس گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس سے بچنا اور دور رہنا سب کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا ہی تقویٰ ہے۔ نیز گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے، البتہ مضر اور بُرے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں، یوں بھی دنیا اور آخرت میں پھیلی ہوئی ہر بُرائی اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے بُرے اثرات ہی کارفرما ہوتے ہیں۔

(نوٹ: مضمون کی تیاری میں علامہ ابن قیم کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے)۔

(بشکریہ پندرہ روزہ ”تعمیر حیات“ لکھنؤ، ستمبر ۲۰۱۵ء)

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

دین اسلام عقائد و احکام کے اس مجموعے کا نام ہے جس سے اپنی رضامندی کا اظہار کر کے خود خالق کائنات نے اس کی تکمیل کا اعلان فرمایا۔ اس کے مقابل قادیانیت کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے یہ کوئی مذہب نہیں، بلکہ ایک سیاسی تحریک اور فتنہ ہے، انگریزوں اور یہودیوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان پر اپنا قبضہ باقی رکھنے کے لئے جو سازش رچی تھی انہی سازشوں اور اسلام مخالف منصوبوں کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک تحریک کی شکل دے کر اسے ''احمدیت'' کے نام سے فروغ دینا شروع کردیا۔

دین اسلام میں نجات اور تمام تر عقیدت و محبت کا مرکز اللہ تعالیٰ کے بعد حضور اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نئی وحی مدار نجات نہیں۔ مگر قادیانیت کا حال یہ ہے کہ ۱۸۸۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پیروکاروں کی ایک جماعت بنا کر نجات اور عقیدت و محبت کا تمام تر مرکز خود اپنی ذات اور اپنی وحی کو قرار دیا اور انگریزوں کی غلامی کو اپنا مذہبی فرض بتایا۔

دین اسلام اور قادیانیت کے درمیان یہ اور اس طرح کے دیگر تاریخی اور بنیادی فرق دو اور دو چار کی طرح واضح ہیں۔ علماء نے اس حقیقت کو مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ہی طشت ازبام کیا اور مذہبی زبان میں قادیانیت کو کفر، زندقہ، زیغ وضلال سے اور مرزا قادیانی کو کافر، زندیق، دجال اور مہا جھوٹا سے تعبیر کیا جبکہ ملک کی سیاسی اور سماجی زبان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ملک وملت کا باغی اور قادیانیت کو دین اسلام کے خلاف ایک بغاوت سے تعبیر کیا گیا۔

شرعی، مذہبی یا ملک کی سیاسی وسماجی زبان و اصطلاح سے قطع نظر، اعلیٰ اور ادنیٰ سرکاری عدالتوں نے بھی اپنے اپنے انداز اور کورٹ وکچہری کی زبان میں ہمیشہ سے یہی فیصلہ سنایا کہ دین اسلام کچھ اور ہے اور قادیانیت کچھ اور۔ قادیانیت یعنی جماعت احمدیہ کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جماعت کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ایک خونخوار قاتل بدزبانی کا عادی مجرم دفعہ ۱۰۷ کا مجرم، دفعہ ۵۰۰/۵۰۱/۵۰۲ کا سزایافتہ مجرم ہے۔

مذہبی، ملکی سیاسی اور عدالتی زبانوں سے بھی قطع نظر مرزا کو خود اس کی اپنی زبان وتحریر کی روشنی میں دیکھا جائے تو بھی یہی فیصلہ درست قرار پاتا ہے کہ اس کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ وہ شریف انسان کہلانے کا مستحق ہے جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں اس کی بدزبانی کے کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں گے، لیکن زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ قادیانی بہادر آج بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے نہیں شرماتے اور مرزا قادیانی کو مہدی، مسیح اور نبی منوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیتے ہیں، سچ ہے:

ایک تو ہے تجھ کو تیرا جھوٹ بھی راس آگیا
ایک میں ہوں مجھ کو میری حق بیانی کھا گئی

اور ستم بالائے ستم یہ کہ ایک ثابت شدہ حقیقت کو حقیقت باور کرانے کے لئے اہل حق کو جگہ جگہ محنت کرنی پڑرہی ہے۔ اسی محنت کی ایک کڑی ''تحفظ ختم نبوت'' کے عنوان سے آج کا یہ تربیتی کیمپ بھی ہے جو ''دینی تعلیمی ٹرسٹ'' لکھنؤ کے زیراہتمام منعقد ہورہا ہے۔

بہرکیف مذکورہ تمہید کی روشنی میں قادیانیت کی حقیقت کو سامنے رکھ کر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جو موضوع آج کی مجلس میں ہمیں دیا گیا ہے یعنی ''مرزا کا کریکٹر اس کی تحریروں کے آئینہ میں'' وہ دراصل لمبے چوڑے باب کی ایک ذیلی سرخی اور ضمنی عنوان کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اصل باب تو یہ ہے کہ دین اسلام ایک ابدی اور سرمدی حقیقت ہے اور اس کے مقابل قادیانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایک فتنہ ہے۔ اب اس فتنے کی زہرناکی، خطرناکی اور اس کی حقیقت وحیثیت کو اجاگر کرنے کے لئے جو بھی عنوانات قائم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قادیانیت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے، قادیانیت کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں، مرزا قادیانی ملک وملت کا غدار ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی ذیل میں یہ عنوان بھی آتا ہے کہ قادیانیت کے سربراہ مرزا قادیانی کا اپنا کریکٹر اور کردار کیا تھا؟ اس کی بات سے پہلے اس کی ذات کو دیکھا جائے کہ آیا وہ اپنے قول وعمل کی روشنی میں ایک سچا اور شریف انسان بھی تھا یا نہیں؟؟

زیر بحث میں موضوع کی توضیح وتفہیم کے لئے دو ابواب قائم کئے گئے ہیں:

۱:... مرزا قادیانی اپنے بیان کردہ اصول ومعیار کی روشنی میں۔

۲:... مرزا قادیانی عدالت وقانون کی نظر میں۔

اصل موضوع پر آنے سے قبل چند ضروری اور بنیادی باتوں کا بیان کردینا ضروری ہے تاکہ بہت

سارے قادیانی مغالطوں کا دفاع پہلے سے ہی ہوجائے۔ ان میں سے پہلی بات ہے ”موضوع کی اہمیت وضرورت“ اور دوسری بات ”تعبیر کی تنخی اور اس کا تقاضا“ کے عنوان سے اور تیسری بات ”مرزائی دجل کا بنیادی نقطہ“ کے عنوان سے آپ ملاحظہ کریں گے۔

موضوع کی اہمیت وضرورت:

زیر بحث موضوع یعنی ”مرزا قادیانی اپنے کریکٹر کے آئینے میں“ مختصر وقت میں حقیقت تک رسائی کے لئے تیر بہدف اور احقاق حق کے لئے سو فیصد نفع بخش ہے۔ ماہرین رد قادیانیت بالخصوص حضرت الاستاذ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ ”لازالت شموسھم البازغۃ“ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ایسا ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ ہی بحث کو بے فائدہ طول دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے موت نظر آتی ہے اس کے برعکس اجرائے نبوت اور وفات عیسیٰ علیہ السلام یا اور دیگر موضوعات پر انہیں کچھ ”قیل وقال“ کرنے اور عوام کو مغالطہ دینے کا موقع مل جاتا ہے، گویا قادیانیوں کے ہر موضوع میں کمزوری ہی کمزوری ہے لیکن یہ موضوع اُن کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔

آج تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے ۱۹۳۰ء میں حضرت امام اہلسنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے اسی موضوع کو بنیاد بنا کر رنگون میں مرزا قادیانی کے رفیق یار غار خواجہ کمال الدین لاہوری جیسے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچایا تھا۔ ”مسیح رنگون“ جو ”روداد مباحثہ رنگون“ کے نئے نام سے چھپی ہے، اس میں لکھا ہے:

”مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک بڑا کید اس فرقہ کا ہے ہرگز ہرگز ان دونوں بحثوں (یعنی مسئلہ حیات ووفات عیسیٰ علیہ السلام یا اجرائے نبوت) کے چھیڑنے کا موقع ان کو نہ دینا چاہئے، کیونکہ ان دونوں بحثوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرزا کی حالت نہیں کھلتی اور نام ہوجاتا ہے کہ مرزائیوں نے مسلمانوں سے بحث کی اور ان دونوں بحثوں کو مرزا سے کوئی تعلق بھی نہیں، بالفرض اگر مسیح علیہ السلام کی وفات ہوچکی اور نعوذ باللہ سلسلہ نبوت بھی ختم نہیں ہوا تو اس سے مرزا کیونکر مسیح موعود یا خدا کا نبی ہوسکتا ہے؟“

یہ حقیقت ہے کہ قادیانی طرح طرح کے مسائل چھیڑتے ہیں لیکن مرزا کی تحریروں کی روشنی میں اس کی ذات کو موضوع بحث نہیں بناتے کہ جس سے مرزا کی حقیقت واضح ہوکر سامنے آتی۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ علمی مسائل اور دیگر موضوعات کو نہ چھیڑ کر مرزا کے کریکٹر اور اس کے شب وروز کی زندگی و معمولات زندگی کو موضوع بحث بنائیں۔

علاوہ ازیں دلائل کی روشنی میں بھی اگر دیکھا جائے تو یہ موضوع نہایت انصاف پر مبنی ہے اور عقل اور نقل دونوں کا یہی تقاضا ہے کہ مدعی کے شب وروز کی زندگی اور اس کا قول وقرار پہلے دیکھا جائے، اگر وہ صادق اور راست باز ہے تو اس کے دعاوی قابل التفات اور بادلیل ماننے کے لائق ہیں اور اگر جھوٹا ہے تو ظاہری بات ہے کہ کسی اپاڑیے اور مداری سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں۔

چنانچہ آیت: ”فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔“ (سورۂ یونس:۱۶) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی کی تائید وتصدیق کے لئے آپ کی چالیس سالہ بے داغ زندگی کو دلیل بنایا گیا ہے، خود آپ کو جب اپنے دعاوی کی نشرو اشاعت کا حکم ہوا تو سب سے پہلے آپ نے اپنا صدق وراست بازی پیش فرمایا، اس کے بعد دعویٰ۔ مسلم شریف کے شروع میں ہی ایک حدیث ہے: ”ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونہ دینکم۔“ (ص۱۰، ج:۱)

معلوم ہوا کہ تجربے اور عقل کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اور سنت نبوی دونوں سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ دعویٰ سے قبل مدعی کی صدق وصفائی دیکھی جائے، اس کی زندگی کو دیکھا جائے کہ آیا وہ اس قابل بھی ہے کہ اس کی باتوں پر کان دھرا جائے؟

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ورہما از جہاں شود معدوم

قرآن وحدیث کے ساتھ مرزائی نصوص صریحہ بھی ہمارے پیش کردہ اصول کی تائید وتوثیق کرتی ہیں۔ مرزائیت کے بانی مرزا قادیانی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ دعوے سے پہلے مدعی کی ذات اور اس کی صدق و صفائی دیکھی جائے جیسا کہ اس نے لکھا ہے:

”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“ (چشمہ معرفت ص:۲۲۲، ج:۲۳)

مرزائی امت کے خلفا بھی اس کی تائید کرتے ہیں، چنانچہ حکیم نورالدین کا فرمان نقل کرتے ہوئے مرزا کا بیٹا بشیر لکھتا ہے:

”خاکسار (بشیر احمد ایم اے) عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب کیا نبی کریم صلعم کے بعد بھی کوئی نبی ہوسکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ کیا وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں؟ اگر صادق ہے تو بہرحال اس کی بات قبول کریں گے۔“ (سیرۃ المہدی ص:۹۸، ج:۱)

”اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ مدعی ماموریت فی الواقع سچا ہے یا نہیں؟ اگر اس کی

صداقت ثابت ہوجائے تو اس کے تمام دعاوی کی صداقت بھی ساتھ ہی ثابت ہوجاتی ہے۔''

(دعوت الامیر، بشیر الدین محمود، خ ۴۹، ص ۵۰)

عقل، نقل، ماہرین فن کے تجربات وارشادات نیز مرزائی تائیدات کے بعد ہمارے اس موضوع کی اہمیت، ضرورت اور افادیت اجاگر کرنے اور اس بات کے ثبوت کے لئے کہ یہ اصول نہایت انصاف پر مبنی ہے، اب مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں رہ جاتی۔

ایک دوسرا پہلو:

تاہم اس باب میں اتمام حجت کے لئے کہ مرزائیت کی جانچ پرکھ کے لئے بنیادی طور پر پہلے خود بانی مرزائیت کو اس کے اپنے قول وقرار، عادات و اطوار کی روشنی میں دیکھا جانا چاہئے، اس اصول کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ اپنے دعاوی کی تائید میں مدعی نے پیشگوئیاں کی ہیں، یہ دیکھا جائے کہ وہ کس قدر سچی نکلیں؟ کیونکہ آئندہ زمانوں میں ہونے والے امور کی قبل از وقت خبر دینے والے دو ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں، نمبر ایک وہ لوگ جو حالات نماز کو ملحوظ رکھ کر قیاس آرائی کرتے ہیں، جن کو عام اصطلاح میں ''نجومی'' کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو خدا کی جانب منسوب کر کے خبر دینے والے ہوتے ہیں جن کو ''نبی'' کہتے ہیں۔

یہ تو ممکن ہے کہ قیاس وغیرہ سے کی ہوئی پیشگوئی درست نکل آوے جیسا کہ نجومیوں کی اکثر پیشگوئیاں صحیح ثابت ہوجاتی ہیں، مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی دعوے کی تائید وتوثیق میں خدائے عالم الغیب کی جانب سے دی جانے والی خبر غلط نکل جاوے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دعاوی سے قبل مدعی کی پیشگوئیوں کی جانچ پرکھ کی جائے اگر وہ صاف، سچی نکلتی ہیں تو دوسرے نمبر پر دعاوی پر غور کرنے کی بات آتی ہے ورنہ مدعی کی حقیقت یہیں کھل جاتی ہے کہ وہ جھوٹا اور کذاب ہے، لہٰذا اس کے دعاوی میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔

عقل وانصاف پر مبنی اس دلیل کے علاوہ حسب ذیل دلائل بھی ہمارے پاس ہیں۔

۱:... دلیل:

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فلا تحسبن اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ'' (ابراہیم:۴۷) جس کسی کو خدا تعالیٰ اپنا مخبر ''نبی'' اور رسول بناتا ہے تو ہرگز گمان نہ کرو کہ خدا اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا۔

یہ اصول مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے، مرزا نے لکھا ہے:

''ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو۔'' (چشمہ معرفت، خ ۹۱، ج ۲۳)

''ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔'' (کشتی نوح، خ ۵، ص ۱۹)

۲:... دلیل:

پیشگوئیوں کی روشنی میں مرزا کے صدق وکذب کی جانچ کے لئے الزامی طور پر بھی ہم حق بجانب ہیں، کیونکہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور دعویٰ نبوت کے ثبوت کے لئے پیشگوئیوں کو ہی سب سے بڑا معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیشگوئی کو قرار دیا ہے۔'' (استفتاء، خ ۱۱۱، ج ۱۲)

۳:... دلیل:

اور اس باب میں سب سے بڑی اور آخری دلیل خود مرزا قادیانی کا اعلان عام ہے جو ''مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری'' کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔''

(آئینہ کمالات، خ ۲۸۸، ج ۵)

خلاصہ:

حاصل کلام یہ کہ ان دلائل سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ مرزا کا صدق وکذب معلوم کرنے کے لئے سب سے بڑا معیار اس کا کریکٹر اور خود اس کی پیشگوئیاں ہیں وہیں، یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خدائی اصول اور مرزائی مسلمات کی روشنی میں انصاف کی بات یہی ہے کہ مرزا کے دعاوی سے پہلے مرزا کی باتیں اور اس کی پیشگوئیاں دیکھی جائیں گی اس لئے کہ اگر مرزا کی بعض باتیں اور بعض پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہوجاتی ہیں تو یہ مرزا کے مہا جھوٹا ہونے کی پختہ اور قطعی دلیل بنیں گی، کیونکہ پیشگوئیاں ہی اس کے صدق وکذب کے جانچنے کا معیار ہیں پھر تخلف اور جھوٹ چہ معنی دارد؟ ہاں بعض باتوں اور بعض پیشگوئیوں کو سچا ثابت کر کے مرزا کی صداقت کا ڈھونگ نہیں رچایا جاسکتا، جیسا کہ مرزائی صداقت مرزا کا تنبورہ بجاتے پھرتے ہیں۔

دعاوی مرزا موضوع بحث بننے کے قابل ہی نہیں:

مرزائی اس بات پر اپنا پورا زور صرف کردیتے ہیں کہ وفات مسیح اور اجرائے نبوت، ظہور مہدی وغیرہ ''دعاوی مرزا'' کو موضوع بحث بنایا جائے، اس سے ان کے دو مقصد ہوتے ہیں: (۱) ان موضوعات سے دنیا سمجھے گی کہ ان خیالات کے موجد قادیانی لوگ ہیں، اور اہل اسلام اور قادیانیوں کا اختلاف ایک مذہبی اختلاف ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ ہوگا کہ یہ کوئی ''تجارتی گروہ'' اور ایمان کش کمپنی ہے۔ (۲) ان مسائل میں صرفی، نحوی، منطقی، غرض ہر قسم کی علمی بحث ہوگی اور بحث کو سننے والے عموماً ان علوم سے بے بہرہ ہوں گے، جنہیں لچر اور باطل تاویلات کے سہارے شکوک و شبہات میں بآسانی مبتلا کیا جاسکتا ہے اور اگر قادیانی مناظر زیادہ تیز وطرار، جھگڑالو قسم کا ہوگا تو معاملہ بحث بازی میں جھگڑے پر پہنچ کر خود بخود بے نتیجہ ہوجائے گا اور فتح و شکست کا یقینی پہلو واضح نہ ہوسکے گا۔ (جاری ہے)

تبلیغِ دین ودعوت الی اللہ!

حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ

مرسلہ: مولانا سیّد محمد زین العابدین، کراچی

عرصۂ دراز سے اُمت محمدیہ سے ایک اہم تقصیر ہورہی ہے اور خیر القرون کے بعد سے ہی اس تقصیر کی بنیاد پڑگئی تھی، یعنی ’’تبلیغ دین‘‘ اور ’’دعوت الی اللہ‘‘ میں قابلِ حسرت کوتاہی ہورہی ہے۔ دعوت وہدایت دین اسلام کا اساسی اُصول ہے، جب دعوت ناکام ہو اور اُس کی اِشاعت کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں تو ’’جہاد وقتال‘‘ کی نوبت آتی ہے۔ قرونِ اُولیٰ کے سلفِ صالحین گفتار سے زیادہ اپنے کردار سے یہ دعوت پیش کرتے رہے، قوتِ بیانی سے پہلے اخلاقی وایمانی قوت سے دعوت دیتے رہے۔ ہر ایک صحابیؓ سر سے پیر تک اِسلامی اخوت، اِسلامی مواسات اور اِسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ دنیا میں اِسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دینی حسن وجمال اور حسنِ اخلاق کے کمال سے پھیلا، تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، صاحب انصاف وصاحب عقل وبصیرت مؤرخ اس سے بے خبر نہیں۔ اگر مسلمان اس اہم فریضہ میں کوتاہی نہ کرتے تو شاید تمام عالم مسلمان ہوتا۔ تکوینی مصالح تو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم دنیا کے مزاج میں کفر و اسلام کے اِمتزاج سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن جہاں تک عقل اور اِسلامی اُصولوں کا تقاضا ہے، وہ یہی ہے جو کچھ عرض کیا جارہا ہے، چنانچہ اپنے اثرات کے اعتبار سے دیرپا اِسلام وہی رہا، جو دعوت و اِرشاد کے راستوں سے پھیلا ہے۔ اِسلامی فتوحات کے ادوار میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہدِ میمون میں جو ممالک اِسلام کے زیرِ نگین آئے، وہ آج تک اِسلام پر قائم ہیں اور بعد میں سلاطینِ اسلام کی تلوار سے جو مسلمان ہوئے، وہ یکے بعد دیگرے اِسلام سے نکلتے جارہے ہیں۔ نیز یہ فرق بھی واضح ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے مفتوحہ ممالک میں عقائد کی پختگی آج بھی باقی ہے، اگرچہ اعمال واخلاق میں یورپ کی نقالی کا رنگ غالب ہے، اس کے برخلاف جو ممالک بعد میں سلاطینِ اسلام اور ملوکِ اسلام کے زورِ تلوار سے فتح ہوئے ہیں، اُن میں عقائد کی خامی واضح ہے، اگر کہیں اعمالِ ظاہری میں بظاہر پختگی بھی نظر آئے تو کریدنے کے بعد معلوم ہوگا کہ قلبی عقیدہ اِتنا کھوکھلا ہوچکا ہے کہ ایک دھکّے سے ختم ہوجاتا ہے۔

دراصل اِبتدائی دور کی فتوحات میں اِخلاص نمایاں تھا، اُنہوں نے اگر جہاد بھی کیا تو وہ بھی صرف اِس غرض سے تھا: ’’لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا‘‘ (تاکہ صرف حق تعالیٰ کا دین غالب ہو) اِس لئے اُن فتوحات کی برکات سے مسلمانوں کے عقائد میں پختگی پائی جاتی ہے اور جو ملک بعد میں فتح ہوئے، اُن میں اِخلاص کا وہ درجہ نہ تھا، بلکہ ملوکیت اور شان وشوکت کی آمیزش تھی، اِس لئے وہ دینی تصلّب حاصل نہ ہوسکا۔ کہنا یہ تھا کہ دعوت و اِرشاد میں اُمت مقصّر رہی ہے اور آج جو نقشہ اِسلام اور مسلمانوں کا ہے، اِسی تقصیر کے نتیجے میں ہے۔

تبلیغی جماعت اور اُس کے شاندار اثرات:

حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی روح پر جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اُس سبق یاد دلانے میں ہی فنا ہوگئے۔ اگر کوئی فنافی اللہ، فنافی الرسول اور فنافی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہو تو حضرت مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح ’’فنافی التبلیغ‘‘ ہوگئے تھے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس یہی فکر دامن گیر تھی، تمام زندگی اور تمام افکار وانفاس بس اِسی مقصد کے لئے وقف تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کی جانفشانی وقربانی، اِیثار و اِخلاص اور جد وجہد کو قبول فرمایا اور چار دانگ عالم میں اُس کے ثمرات وبرکات پھیل گئے، شاید روئے زمین کا کوئی خطہ ایسا باقی نہ رہا ہوگا جہاں اُن کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں، ماسکو، فن لینڈ و اِسپین سے لے کر چین و جاپان تک اُن قافلوں کی دعوت انبیاء علیہم السلام کے طریقِ دعوت سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ اس کا اِنتظار نہیں کہ لوگ خود آئیں گے اور دین سیکھیں گے، بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پاس پہنچ کر دعوت دی جاتی ہے اور زبان سے، حسنِ اخلاق سے اور اپنے طرزِ عمل سے دعوت دی جاتی ہے، سر سے پیر تک اِسلامی مجسمہ بن کر اِسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے، اِس لئے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔

آج اُمت تقریر وتحریر کی محتاج نہیں، یہ بہت کچھ ہوچکا ہے، ضرورت عملی نمونہ پیش کرنے کی ہے۔

فصاحت وبلاغت کا دریا اُمت بہا چکی ہے، لیکن آج صرف سادہ عملی دعوت کی ضرورت ہے، الحمدللہ آج تبلیغی جماعت اس پرعمل پیرا ہے۔ بہرحال طبیب خود مریض کے پاس جاتا ہے، اُس کا انتظار نہیں کرتا کہ مریض طبیب کے پاس پہنچے تو علاج ہو، اگر یہ طریقہ عام ہوجائے اور اُمت کی اکثریت یا کم از کم بڑی کثرت اس مقصد کو شروع کردے تو توقع ہوسکتی ہے کہ اُمت کو نجات مل جائے اور بیڑہ پار ہوجائے۔ اگر اُمت پوری طاقت اسی طرح اِصلاح ودعوت پر لگائے اور معاشرے کی اصلاح ہوجائے تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ اقتدار بھی انہی صالح ہاتھوں میں آجائے اور پھر جو کام سالوں میں ہوتے ہیں وہ منٹوں میں ہوجایا کریں۔ بنیادی اُصول بھی یہی ہے کہ پہلے معاشرے کی اِصلاح کی جائے، اگر اِصلاح شدہ معاشرے کے افراد کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہو تو کامیابی یقینی ہے، ورنہ اُمت کا وہی حشر ہوگا جو آج ہورہا ہے اور اکثریت کے جو نمائندے مسند حکومت پر براجمان ہیں اُن کا ''صورت ببیں حالش مپرس'' والا قصہ ہے، اس طرح بلاشبہ کچھ دیر تو لگے گی، لیکن قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں دس پندرہ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ آج قوم کی کشتی جس خطرناک بھنور میں پھنس گئی ہے، روزانہ اخبارات کے صفحات میں اس کو دیکھیے اور پڑھیے، حیرت واضطراب کی کوئی اِنتہاء باقی نہیں رہتی، لے دے کر ایک عالمِ دین مسندِ حکومت پر متمکن ہوا، مگر شیطانوں کے لئے اس کا وجود بھی ناقابلِ برداشت ہے، خدا جانے کتنی مشکلات اُن کے لئے پیدا کی جارہی ہیں، کتنے روڑے اُن کے راستے میں اٹکائے جارہے ہیں، تمام ''شیاطین الانس والجن'' مقابلے پر سینہ تان کر کھڑے ہوگئے ہیں، الغرض جب تک معاشرے کی اِصلاح نہ ہوجائے نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

لندن میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع:

لندن سے برادرِ محترم مولانا مفتی عبدالباقی کا ایک مکتوبِ گرامی آیا تھا، جس میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع (لندن) کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، نامناسب نہ ہوگا، اگر اس کا اقتباس پیش کروں، وہ لکھتے ہیں:

۱:... ''بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہوچکا، تثلیث کے اس ملک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کررہی تھی، ایسا معلوم ہورہا تھا گویا قرونِ اُولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگی میں اسلام کی جھلک نظر آرہی تھی) جمع ہوئے ہیں، اُن میں لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے، لمبے لمبے کرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے تھے، جنہیں دیکھ کر ''گورے لوگ'' محوِ حیرت بھی تھے اور محوِ تماشا بھی۔

جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈہ ''ہیتھرو'' بلڈنگ نمبر ۳ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم باہر تشریف لائے، نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے، نہ ہنگامہ نہ شوروشر، کچھ بھی نہیں تھا، بلکہ اِنتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ، لبوں پر تبسم، چہروں پر طلاقت، اطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی، جس میں آہیں، سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں کیمرے تان کر کھڑے تماشہ کررہے تھے اور تماشہ دکھا رہے تھے، اُن کو فوٹو اُتارنے سے منع کیا گیا تاہم چپکے چپکے سے وہ کیمروں کو ہلاتے رہے، سرتاپا حیرت کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ چونکہ لندن ایئرپورٹ (ہیتھرو) پر ایک منٹ میں جہاز اُترتا ہے اور قریباً دوسرے میں اُڑتا ہے، اس لئے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا ہے، مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رُکتے، اس لئے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہرایک کو دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔

۲:... مجمع مرکزِ تبلیغ لندن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچا، تین دن شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر جب خیموں میں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہوجاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے محل اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہوکر تماشہ کرنے لگتے، یہ روح پرور منظر اُن پر بڑا اثر انداز ہورہا تھا۔ اجتماع میں قریباً اڑتیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے، جو آسٹریلیا کے علاوہ باقی چاروں براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے، مختلف نسل ورنگ کے لوگ تھے، کینیڈا، امریکا، افریقہ اور ایشیا اور یورپ، عرب وعجم۔ اسلام کے عالمگیر دین ہونے کا عملی نقشہ نظر آرہا تھا۔ قریباً بارہ سو آدمیوں نے چار مہینوں، چلوں اور کم وبیش وقت لگانے، دور اور دیر کے لئے نکلنے کو اپنے نام پیش کیے، بائیس جماعتیں بیرونی ممالک کے لئے تیار ہو گئیں اور پینتالیس اندرونِ ملک کے لئے۔

۳:... کینیڈا اور امریکا سے آئی ہوئی جماعتوں میں قریباً پندرہ آدمی حاجی حسین احمد جانبھائی کی مسجد میں (جہاں میرا قیام ہے) جہاز کی روانگی میں تاخیر ہونے کی وجہ سے بارہ دن تک ٹھہرے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد یہ لوگ ٹرانسلیٹر (ترجمان) کے ذریعہ مجھ سے سوالات کرتے رہتے اور میں اُن کو جوابات دیتا رہتا، کبھی کبھی چار چار ترجمان ہوتے تھے، یہ سلسلہ رات کے ڈیڑھ

بجے اور کبھی دو دو بجے تک چلتا تھا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر سوالات کئے، علم رمل، علم جفر، علم نجوم، قیافہ، پامسٹری، کہانت، الہام، وحی، عذاب قبر، برزخ، دوزخ، جنت، علامات قیامت، دجال، امام مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، دیدار الٰہی سے لے کر خوابوں کی تعبیرات تک سوالات کئے، چونکہ اُن میں اکثر نومسلم تھے، اس لئے علم کے بہت پیاسے تھے، آخر میں انہوں نے کہا کہ نیویارک میں ہمارے اور بہت سے بھائی ہیں، جو اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات چاہتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ نیویارک اور کینیڈا چلیں، بہت عذر پیش کیا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی وغیرہ، ہاں اگر یہ میرے ترجمان میرے ساتھ جائیں تو کسی وقت آپ کے ہاں آنا ہوسکتا ہے، لیکن یہ لوگ بضد رہے، پھر یہ لوگ واپس چلے گئے، یہ اکثر کالے رنگ اور نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

٭...ہم نے محمد علی کلے سے متعلق اُن سے پوچھا تو انہوں نے محمد علی کلے کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا، کہنے لگے اُس نے آج تک پورا کلمہ نہیں پڑھا، ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، ''محمد رسول اللہ'' آج تک نہیں پڑھا اور اس نے آج تک نماز نہیں پڑھی اور بہت مال دار ہے، کبھی زکوٰۃ نہیں نکالی اور حج ابھی تک نہیں کیا، روزہ کا حال خدا کو معلوم ہے۔''

......کہنا یہ ہے کہ تبلیغی خدمات اور موجودہ طرز پر دین کا جو کام ہو رہا ہے بلاشبہ دین ہے اور اہم جزو دین ہے......

(الحمدللہ! تبلیغی جماعت کے اکابر کو ہمیشہ اس کا اہتمام رہا کہ اس کام میں عوام کا علماء سے جوڑ ہو، وہ اُن کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اُن سے استفادہ کریں، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی مختلف عنوانات سے بار بار اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار فرمایا: ''ایک عامی مسلمان کی طرف سے بدگمانی بھی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔''

پھر فرمایا: ''ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں، ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئے اور علماء کا بوجہ علم کے بہت احترام کرنا چاہئے۔''

ایک موقع پر فرمایا:

''ہمارے ساتھی جہاں بھی جاویں، وہاں کے حقانی علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں...الخ۔''

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

''علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پاسکتا ہے۔ میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے، یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔''

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نور اللہ مرقدہما کی اس قسم کی بے شمار تصریحات ہیں۔ (تفصیل کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی تازہ تالیف ''دہلی کی تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اور اُن کے مفصل جوابات'' ملاحظہ فرمائیے)۔

اس سے معلوم ہوا وہ تبلیغی ساتھی جو علماء کرام کی مساعی کو (بعض اس وجہ سے کہ وہ تبلیغی کام میں لگے ہوئے نہیں) قدر و منزلت کی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ ناپختہ کاری کی وجہ سے دعوت کے مزاج سے ناآشنا ہیں یا بقول حضرت شیخ الحدیث دراصل وہ دعوت کے کام میں لگنے سے پہلے علمائے کرام سے بیزار تھے اور اس کام میں لگنے کے بعد بھی ان کی خو نہ بدلی، گویا طالب علم چور نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں)۔'' (مدیر)

آج کل ایک سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو ارباب علم ہیں، وہ صرف علم اور تعلیم پر قناعت کرکے بیٹھ گئے ہیں اور جو ارباب عمل اور ارباب دعوت ہیں، وہ اپنے آپ کو علم اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں۔ علماء کو میدان عمل میں آنے کی ضرورت ہے اور ارباب عمل کو علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ قدم قدم پر اخلاص کی ضرورت ہے۔ جب علم و عمل واخلاص تینوں باتیں جمع ہوجائیں گی تو اس کے بہترین نتائج و برکات ظاہر ہوں گے، مزید برآں سراپا اخلاص بن کر بھی حق تعالیٰ کی توفیق و فضل کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ مادیت کے اس دردناک دور میں تمام دینی اقدار ختم ہوگئے اور یہ سارے دینی کلمات صرف بے معنی الفاظ رہ گئے، مسلمانوں کے معاشرے میں اتنا شدید انقلاب آگیا کہ تمام دینی اصطلاحیں مسلمانوں کی زندگی میں بے حقیقت الفاظ بن کر رہ گئے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دور اول کے مسلمان زندہ ہوکر ہمارے دور حاضر کے نام لیوا مسلمانوں کی زندگیاں دیکھ لیں تو کیا فرمائیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صحیح اسلام پر قائم رکھے اور صحیح مسلمانوں کے خدوخال کی حفاظت فرمائے اور تقویٰ و طہارت کی حیات طیبہ نصیب فرماکر فوز و فلاح کے مدارج عالیہ سے نوازے۔ آمین بحرمۃ النبی الامین علیہ صلوات اللہ وسلامہ الی یوم الدین۔''

عالمگیر فتنوں کے مقابلے کے لئے تبلیغی جماعت کا وجود:

ایک مرتبہ مکی مسجد (تبلیغی مرکز کراچی) جانا ہوا، میں کبھی کبھی وہاں چلا جاتا ہوں، وہاں تبلیغی حضرات نے مجھے پکڑ لیا اور کچھ بیان کرنے کی دعوت دی، میں نے سوچا کیا بیان کروں، بولنا مجھے آتا نہیں،

خیر میں ان حضرات کے اصرار پر بیٹھ گیا، "الحمد للہ رب العالمین" کی آیت پڑھی، بس پھر کیا تھا، قرآن کی برکت سے سینہ کھل گیا، عجیب وغریب مضامین ذہن میں آئے، کوئی ڈیڑھ، دو گھنٹہ بیان ہوا، تفصیل تو مجھے اب یاد نہیں آرہی، کچھ مضمون یاد ہے، وہی اس موقع پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اللہ جل ذکرہ عالمین کا رب ہے، اس کی ربوبیت کے کرشمے ظاہر ہیں لیکن اتنے عجیب وغریب کہ عقل حیران ہے، جسمانی ربوبیت کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں، صرف روحانی ربوبیت کو دیکھئے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، علماء امت کی مساعی، اول تو ناکافی ہیں، پھر جتنی کچھ ہیں وہ بھی کامیاب نہیں اور نئی نسل کی تباہی اور گمراہی کے لئے بیسیوں فتنے موجود ہیں، تھیٹر، سینما وغیرہ وغیرہ اخلاق کی قربان گاہ تھے ہی، اب تو بے دینی کے انتہائی غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بھی جو حال ہے وہ آپ کو معلوم ہے، اخبارات میں روزانہ اس کی خبریں آپ پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ممالک جو فحاشی اور بے حیائی کے مرکز ہیں، امریکا، برطانیہ وغیرہ ان ممالک سے مواصلات اور رسل ورسائل کی آسانی کی وجہ سے فتنوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا مظہر، تبلیغی جماعت:

الغرض! ان حضرات کی برکت سے پوری بات ذہن میں آگئی، میں ان تبلیغی حضرات کے اخلاص کا بڑا معتقد ہوں، اب بھی بعض مخلصین کی وجہ سے بول رہا ہوں، ورنہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، تو دل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا ہے کہ ان عالمگیر فتنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا یہ نظام جاری فرمایا، یہ وہ نظام ہے جو عالمگیریت چاہتا ہے۔ اس میں عالم بھی کھپ جاتا ہے اور اَن پڑھ بھی، امیر بھی اور غریب بھی، تاجر بھی اور صناع بھی، کالا بھی گورا بھی، مشرقی بھی اور مغربی بھی، اگر اس زمانے میں یہ تبلیغی نظام جاری نہ ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کمال ظاہر نہ ہوتا۔

کیا ہمارے دینی مراکز کافی ہیں؟

ورنہ ہمارے مدارس، تعلیمی ادارے، اسکول اور کالج جتنے آدمی تیار کرتے ہیں وہ تو اس عالمگیر سیلاب کے لئے کافی نہیں تھے، یہ تبلیغ والے ایک گشت کرتے ہیں، سیلاب کے طریقے سے آتے ہیں اور دو، چار، پانچ، دس آدمیوں کی ہدایت کا سامان بن جاتے ہیں، کہیں کسی کو امریکا سے پکڑ لاتے ہیں، کہیں لندن سے، مصر کے صدر ناصر نے پانچ ہزار مبلغ (تبلیغ کرنے والے افراد) بھیجے اور سالانہ کروڑوں روپیہ ان پر صَرف ہوتا ہے، لیکن ان سے پوچھے کہ کتنے لوگوں کو صحیح مسلمان بنایا؟ ادھر تبلیغی نظام کی برکات آپ کے سامنے ہیں کہ ہزاروں، لاکھوں بندگانِ خدا کی ہدایت کے لئے یہ نظام ذریعہ بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا جو نظام جاری فرمایا ہے یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا ایک کرشمہ ہے، جو اللہ پاک نے اس امت کے اندر ظاہر فرمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ میرے پاس فرصت نہ تھی، اللہ نے یہ نظام ہی ایسا جاری فرمایا ہے کہ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس میں کھپ سکتا ہے، اس نظام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچا دینا ہے، اگر کسی کو "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یاد ہے، وہ یہی دوسرے بھائی کو سکھا دے، کسی کو "سبحانک اللھم" یاد ہے وہ سکھا دے، کیونکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یہ بھی یاد نہیں۔

روح کی غذا، تبلیغی جماعت:

تو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کا جیسا مادی نظام ہے ایسا ہی تبلیغی جماعت کا وجود میرے نزدیک روح کی غذا اور آخرت کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ کا روحانی نظامِ ربوبیت ہے۔ یہ ایک "مختصر متن" ہے جس کی شرح پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اس لئے میں آپ حضرات سے یہی عرض کروں گا کہ آپ اس جماعت سے تعلق رکھیں، خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے، آپ دنیا کے اندر انقلاب پیدا کردیں گے، فرض شناسی اور دین پر چلنے کی ہمت آپ میں پیدا ہوگی اور اس کی وہ لذت، فرحت اور مسرت آپ کو حاصل ہوگی کہ

"لذت ایں بادہ بخدا نشناسی تا نہ چشی"

بوریا نشین فقیروں کا خزانہ

اور سچ پوچھئے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وہ لذت، وہ سرور اور وہ اطمینان قلب رکھا ہوا ہے کہ بے چارے بادشاہوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی کہ ان بوریا نشین فقیروں کے پاس سکونِ قلب کی کتنی بڑی دولت ہے، ان کا حال تو وہی ہے جو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے: "وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین" (التوبۃ:۴۹) ترجمہ: "اور بے شک جہنم محیط ہے کافروں کو۔"

آخرت میں تو جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہوگی ہی، یہ دنیا بھی ان کے لئے سراپا جہنم بن کر رہ جائے گی۔

آخرت کی جاودانی زندگی کا حصول:

تو اللہ جل ذکرہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعے ہدایت کا سامان پیدا کردیا ہے اور آپ کے لئے اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی صورت پیدا کردی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اس پر گامزن ہو جائیں تاکہ ہماری زندگی درست ہو جائے، ہماری ساری زندگی آخرت کے لئے بن جائے اور ہمیں آخرت کی جاودانی زندگی نصیب ہو جائے۔" آمین۔ (بصائر وعبر) ☆☆☆

بڑے رخصت ہوتے جارہے ہیں!

مولانا زاہد الراشدی

جامعہ حمادیہ کراچی کے حضرت مولانا عبدالواحدؒ کی جدائی کا غم ابھی تازہ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ صاحب ملک کے ان بزرگ اور مجاہد علماء کرام میں سے تھے، جنہوں نے نہ صرف تعلیم وتدریس کی مسند کو آباد کیا، بلکہ زندگی بھر نفاذ شریعت کی جدوجہد اور اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ کی محنت میں مصروف رہے۔ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے نامور تلامذہ میں سے تھے اور انہی کی مسند پر بیٹھ کر ایک عرصہ تک حدیث شریف کا درس دیتے رہے، جس سے پاکستان، افغانستان اور اردگرد کے دیگر ممالک کے ہزاروں علماء کرام نے فیض حاصل کیا۔ وہ حدیث میں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے علوم کے وارث وترجمان جبکہ تفسیر قرآن میں ایک اور عظیم المرتبت شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے فیوض کے امین تھے۔ اس لئے بخاری شریف کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کے دورے کی روایت بھی انہوں نے ہمیشہ قائم رکھی۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں ممتاز عرب اساتذہ سے استفادہ کیا اور امام التابعین حضرت حسن بصریؒ کے تفسیری فیوضات پر گراں قدر مقالہ لکھ کر مدینہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ وہ بیک وقت اکوڑہ خٹک، شیرانوالہ لاہور، مدینہ یونیورسٹی کی متنوع علمی روایات کے جامع تھے اور دینی صلابت کے ساتھ ساتھ توسع اور علمی رواداری کا عملی نمونہ بھی تھے۔

ایک بات میں پہلے بھی کئی بار لکھ چکا ہوں کہ روسی استعمار کے خلاف افغان جہاد کو علمی وفکری آبیاری کا ماحول اکوڑہ خٹک کی برکت سے میسر آیا اور وہی افغان مجاہدین اور ان کے بعد افغان طالبان کی جدوجہد میں پختگی اور سنجیدگی کا باعث بنا۔ اس سنجیدگی اور پختہ فکری کی قدر وقیمت عالم اسلام کے مختلف حصوں میں نفاذ شریعت کی متعدد تحریکات میں افراط وتفریط کا مشاہدہ کرتے ہوئے صحیح طور پر محسوس ہوتی ہے اور اس پر حضرت مولانا عبدالحقؒ کی علمی عظمت، دینی حمیت اور فکری صلابت کے آگے سر نیاز بے ساختہ خم ہوجاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس علمی ورثے کو سینے کے ساتھ لگانے والے چند گنے چنے افراد میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نمایاں مقام رکھتے ہیں جبکہ مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق کے ساتھ ان کی زندگی بھر کی رفاقت اپنے شیخ کے خاندان کے ساتھ ان کی بے لوث وفاداری کی علامت ہے۔

تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں اکثر یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ مستقبل کا کوئی بھی غیر جانبدار مورخ جب گزشتہ صدی کے دوران جہاد کے احیاء، خاص طور پر جہاد افغانستان کے پس منظر و نتائج اور دنیا بھر میں اس کے مثبت اور منفی اثرات کا تجزیہ کرے گا تو وہ اس کے علمی وفکری محاذ پر حضرت مولانا عبدالحق، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی خدمات اور کردار کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ اسی صف بندی کی سیکنڈ لائن کے بزرگ تھے اور ان کی ساری زندگی اسی محور کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

مولانا سمیع الحق کی ہمت اور ذوق کی داد دینا پڑتی ہے کہ انہوں نے نفاذ شریعت کی جدوجہد، دینی مدارس کے معاشرتی کردار اور جہاد افغانستان کے مختلف مرحلوں سے متعلق یادداشتوں، دستاویزات اور بیانات وخطوط کا عظیم الشان ذخیرہ پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ کر رکھا ہے اور اسے ترتیب ونظم کے ساتھ شائع بھی کرتے جارہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں مشاہیر کے خطبات کی صورت میں کئی جلدوں میں ان کا جو مجموعہ سامنے آیا ہے، اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی مستقل کالم میں گزارشات پیش کروں گا، جن میں مولانا موصوف کے ایک دلچسپ شکوہ نما سوال کی وضاحت بھی شامل ہوگی، مگر ابھی حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی خدمات وجدوجہد کی بات کر رہا ہوں کہ موصوف اسی علمی وفکری اور تحریکی جولان گاہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں انہوں نے اس جدوجہد کے لئے اپنی مستقل مورچہ بندی کر رکھی تھی۔

وہ علماء اور مجاہدین کے صرف استاذ نہیں تھے بلکہ مربی اور پشت پناہ بھی تھے اور صحیح کاموں پر حوصلہ افزائی کے ساتھ غلط کاموں پر ٹوکنے کا ذوق اور معمول بھی رکھتے تھے۔ راقم الحروف کو ان سے نیاز مندی کا شرف حاصل رہا ہے۔ جامعہ نصرۃ العلوم

میں متعدد بار تشریف لائے، حضرات شیخینؒ کے ساتھ گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے، جس کی برکات سے ہم بھی مستفید ہوتے رہے۔ مختلف تحریکات اور اجلاسوں میں ان کے ساتھ رفاقت رہی اور بہت سے معاملات میں مشاورت کا تعلق بھی رہا۔ اب وہ نہیں ہیں تو آنکھوں کے سامنے خلا، خلا محسوس ہو رہا ہے۔ اس غم میں ان کے خاندان کے علاوہ مولانا سمیع الحق دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلباء اور حضرت مرحوم کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مستفیدین کے ساتھ شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات جنت میں بلند سے بلند تر فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم آف کلاچی، حضرت مولانا عبدالواحد آف کراچی اور حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے یکے بعد دیگرے جدائی اس احساس کو گہرا کرتی جارہی ہے کہ بڑے رخصت ہورہے ہیں جو فی الواقع بڑے تھے اور جن کی بڑائی پر ان کی زندگی خود گواہ ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ اشرفی، حضرت مولانا صوفی محمد سرور، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی جیسے بزرگوں کا وجود غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں۔ آمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۳۰ر نومبر ۲۰۱۵ء)

ہم نہ کہتے تھے

بڑے خطرے میں ہے حُسنِ گلستاں ہم نہ کہتے تھے
چمن تک آ گئی دیوارِ زنداں ہم نہ کہتے تھے
بھرے بازار میں جنسِ وفا بے آبرو ہوگی
اٹھے گا اعتبارِ کوئے جاناں ہم نہ کہتے تھے
اسی محفل، اسی بزمِ وفا کے گوشے گوشے میں
لٹے گی مستیِ چشمِ غزالاں ہم نہ کہتے تھے

سیف الدین سیف

☆☆☆☆

ہم نہ کہتے تھے

راہِ حق سے یہ بھٹکے گا مسلماں ہم نہ کہتے تھے
بھلا بیٹھے گا یہ احکامِ یزداں ہم نہ کہتے تھے
کرے گا نوجواں اسلام کا افعال ناگفتہ
عیوبِ خویش پر ہوگا یہ نازاں ہم نہ کہتے تھے
نظر آتا تھا اے جاویدؔ رنگِ گردشِ دوراں
قیامت کے نشاں ہوں گے نمایاں ہم نہ کہتے تھے

عبدالرحیم جاویدؔ

☆☆☆☆

ہم نہ کہتے تھے

نہیں محفوظ ناموسِ گلستاں ہم نہ کہتے تھے
چمن کی تاک میں ہے برقِ سوزاں ہم نہ کہتے تھے
یہ افرنگی تمدن، یہ ہوس کاری، یہ عریانی
پیامِ موت ہے ہر مسلماں ہم نہ کہتے تھے
خرد کی فتنہ کاری سے پریشاں ہو کے اے راسخؔ
لہو روئے گی آخر چشمِ انساں ہم نہ کہتے تھے

راسخ عرفانی

☆☆☆☆

ہم نہ کہتے تھے

ضروری ہے تمیزِ حق و باطل ہم نہ کہتے تھے
تمہیں پیش آئے گی اک دن یہ مشکل ہم نہ کہتے تھے
یہ سب صیاد ہیں، تم باغباں جن کو سمجھتے ہو
مقید ایک دن ہوں گے عنادل ہم نہ کہتے تھے
بدل دو خام ہمت، کم بصیرت راہنماؤں کو
نہ پہنچیں گے کبھی یہ تا بہ منزل ہم نہ کہتے تھے

سید امین گیلانیؒ

☆☆☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر دوم، خطیب پاکستان

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مولانا قاضی احسان احمد، کراچی

غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی و تحریکی زندگی کے تاریخی نقوش اتنے گہرے اور انمٹ ہیں کہ انہیں کسی بھی قیمت پر بھلایا نہیں جاسکتا اور اس دینی وسیاسی تحریکی تاریخ کی تشکیل وترتیب میں سب سے نمایاں کردار اہل حق علماء کرام کا ہے۔

اکبر بادشاہ کے عہد سے لے کر انگریز کے دور اقتدار تک حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان جیسے سینکڑوں اکابرین اور داعیان حق گزرے ہیں، جنہوں نے اس ملک وملت میں دین کے تحفظ وبقاء کے لئے علمی وعملی میدان میں وہ تحریکی کردار ادا کیا کہ کوئی منصف مورخ اور قلم کار اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پنجاب (ہندوستان) کی زمین پر ایک ایسی ہی شخصیت نے عطاء اللہ کے نام سے جنم لیا، یہ وہ وقت تھا جب برطانوی اقتدار کا عروج تھا، اس عظیم فرزند ملت کو بعد میں چشم فلک نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے روپ میں دیکھا اور سنا۔ حضرت شاہ جی کی زندگی کا مقصد انگریزی اقتدار کا خاتمہ اور مسلمانوں کی آزادی تھا، جس کے لئے آپ نے دن رات، صبح شام، گلی محلہ، کوچہ وبازار میں صدا بلند کی اور فرنگی اقتدار کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی سعی وکوشش کی، جس کے نتیجے میں ایک ایسا قافلہ حریت ”احرار“ کے نام سے تیار ہوا جس نے مسلمانوں میں آزادی کی روح پھونکی اور انہیں پھر سے سر اٹھا کر جینے کا سلیقہ سکھایا۔ شاہ جی کی پیدا کردہ تحریک مسلمانوں کو ایک نئی زندگی دے گئی۔

اسی قافلہ احرار کے بے باک خطیب، شعلہ نوا مقرر، قربانی وایثار کی تصویر، جرأت وشجاعت کا نشان، عظمت وسرفروشی کا پیکر، یادگار اسلاف، جن کی ایک جھلک اکابر کی یاد کو تازہ کردیتی، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی ذات گرامی تھی۔

شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک زمیندار قاضی محمد امین کے گھر پیدا ہونے والے بچہ کا نام احسان احمد رکھا گیا۔ رب کریم کی شان ایک مرتبہ ۱۹۲۸ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ملتان تشریف لائے تو قاضی صاحب کے والد گرامی نے حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں میں احسان احمد کا ہاتھ پکڑا دیا اور پھر شاہ جی کی صحبت اور تربیت نے احسان احمد کو خطیب پاکستان اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر اور صدر بنادیا۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ چنانچہ ایک گستاخ رسول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا، اس کے خلاف قاضی صاحب نے بھرپور آواز اٹھائی جس کی پاداش میں آپ کو چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی، یہ آپ کی پہلی گرفتاری تھی۔ پھر کیا تھا، یہ سلسلہ چلتا رہا۔

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنۂ قادیانیت کی سنگینی سے قاضی صاحب نے آگاہ کیا۔ جب لیاقت علی خان سے ملاقات کا وقت مانگا گیا تو وقت نہ مل سکا لیکن قاضی صاحب نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح وزیر اعظم سے ملاقات ہوجائے، چنانچہ ایک دن آپ کی محنت رنگ لے آئی اور غالباً ڈھائی منٹ ملاقات طے ہوئی جو بعد میں تقریباً ڈھائی گھنٹے کو محیط ہوگئی۔ اس ملاقات میں قاضی صاحب نے وزیر اعظم کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا اور ان کے ملک وملت کے خلاف مذموم مقاصد سے پردہ اٹھایا۔ ملاقات کے اختتام پر لیاقت علی خان مرحوم نے کہا کہ: ”قاضی صاحب آپ نے اپنا فرض ادا کردیا، اب یہ میرا کام ہے۔“

جسٹس منیر جسے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا، اس کی تحقیقاتی رپورٹ ”منیر انکوائری رپورٹ“ کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے:

”پہلا شخص جس نے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم کی توجہ قادیانی تحریک کی سنگینی کی طرف مبذول کرائی، وہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی

تھا۔ قادیانیت کی مخالفت اس شخص کی زندگی کا واحد مقصد معلوم ہوتا ہے اور جہاں کہیں جاتا ہے اپنے ساتھ ایک بڑا چوبی صندوق لے جاتا ہے جس میں احمدیوں کا اور احمدیوں کے خلاف لٹریچر بھرا ہوتا ہے۔ زیادہ اہم سیاسی واقعات کا ذکر تو درکنار پاکستان یا کسی اور شخص کو کوئی آفت پیش آجائے، کوئی افسوسناک واقعہ رونما ہو جائے، قائد ملت قتل کر دیے جائیں یا ہوائی جہاز گر پڑے، قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے نزدیک وہ ہمیشہ احمدیوں کی ہی سازشوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔"

حضرت قاضی صاحب کو ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ ہمارے اکابر میں سے ایک عظیم نام ہے، وہ حضرت قاضی صاحب کو منفرد انداز میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"احسان پر اللہ کا احسان تھا، کیا عجیب انسان تھا، بہادر تھا مرد میدان تھا، خادم قرآن تھا، ذی فہم و ذی شان تھا، علماء کا قدردان تھا، عاشق نبی آخرالزماں تھا، قاضی پر فضل یزداں تھا، یوں سمجھو رب مہربان تھا، آہ! قاضی مہمان تھا، مرحوم کئی صفات کا حامل تھا، علماء کے زمرے میں شامل تھا، دشمنوں کا حبیب تھا، خوش بخت و خوش نصیب تھا، فصیح تھا ادیب تھا، پاکستان کا خطیب تھا، قاضی غازی تھا، نمازی تھا اللہ اس سے راضی تھا، قاضی کے دست میں سخا تھی، چشم میں حیا تھی، طبیعت باوفا تھی، پیاری ادا تھی، قاضی مہمان نواز تھا، کامیاب تھا سرفراز تھا، طمع سے بے نیاز تھا، اسلام کا شہباز تھا، پابند صوم صلوٰۃ تھا، چمن ہے مالی نہیں، خزانہ ہے محافظ نہیں، مکان ہے مکین نہیں، اب بھی موت پر یقین نہیں، یا اللہ قاضی مرحوم کو محروم نہ کرنا، "الا تخافوا ولا تحزنوا" کا مژدہ سنانا، ایک مسافر غریب کفن بردوش خاموش پر رحم کی نگاہ ہو۔"

اسی طرح ان کے رفیق سفر گرامی قدر آغا شورش کاشمیریؒ جن کا تیس سال کا یارانہ تھا فرماتے ہیں:

"قاضی صاحب نے جب تک غلامی کا دور رہا انگریزی سامراج کے خلاف بے تکان جدوجہد کی، انگریز چلا گیا تو ختم نبوت کی تحریک کے صدر ہو گئے، معنوی لحاظ سے وہ بخاری کے جانشین تھے، خطابت میں ان کی ہوبہو تصویر تو نہیں لیکن ان کے محاسن خطابت کا سب سے بڑا عکس تھے، ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو اسلام کے لئے وقف پایا، حتیٰ کہ اسلام اور نبوت کے ذوق و شوق میں جان ہار گئے، وہ ایک منفرد خطیب تھے، انہیں بجا طور پر لسان اسلام کہا جا سکتا ہے۔"

پھر یوں رقم طراز ہوئے:

"قاضی صاحب خطابات کے عناصر اربعہ تھے، قرآن کی بلاغت، زبان کی سلاست، بیان کی ندرت اور وجدان کی رفاقت، فی الجملہ وہ کئی خطیبوں کے ایک خطیب تھے، ان کا وجود ایک ادارہ تھا، ان کی شخصیت ایک انجمن اور ان کی ذات ایک جماعت تھی، وہ عجز و انکسار کا دبدبہ اور بیان و اظہار کا ہمہمہ تھے۔"

قاضی صاحبؒ وہ خوش نصیب انسان تھے جنہیں عقیدۂ ختم نبوت اور ملک وملت کی آزادی کے لئے دہری قربانی دینے کی سعادت نصیب ہوئی، تحریک آزادی وطن اور تحریک ختم نبوت کے لئے باپ اور بیٹے کی قربانی دینے کا نادر اور عظیم موقع میسر آیا۔ جب ان کا اکلوتا بیٹا زین العابدین راہی حق ہوا تو قاضی صاحب کلکتہ جیل میں تھے، بیٹے کا آخری دیدار بھی نہ کر سکے پھر جب ان کے والد قاضی محمد امین دار فانی سے دار بقا کی طرف رخت سفر باندھ کر چلے تو آپ تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی پاداش میں نظر بند تھے۔ والد احسان احمد اپنے بیٹے زین العابدین کے جنازے کو کندھا نہ دے سکا، بیٹا احسان احمد اپنے والد گرامی کے جسد اطہر کو بھی پیوند خاک کرنے کے لئے آخری سہارا نہ دے سکا۔ جنازے ہوئے، لحد میں رکھے گئے، مٹی ڈال کر آسودۂ خاک کر دیے گئے مگر قاضی صاحب نہ شریک ہو سکے، اس سے زیادہ ایک انسان اپنے کاز سے کیا وفا کرے گا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور آزادی وطن کی تحریک کی خاطر بیٹے اور باپ کے جنازہ کو قربان کر دیا۔

چھٹے اسیر بدلا ہوا زمانہ تھا
وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا

بہرکیف نغمۂ تحفظ ختم نبوت سناتے سناتے، دفاع ناموس رسالت کی آواز لگاتے لگاتے بالآخر ۲۳ رنومبر ۱۹۶۶ء میں دبستان بخاری کا ایک اور پھول مرجھا گیا اور آپ لاکھوں عقیدت مندوں، ہزاروں دیوانوں اور مستانوں کو افسردہ چھوڑ کر داعی حق کو لبیک کہہ کر راہی اجل ہو گئے۔

شجاع آباد کے وسیع و عریض میدان میں حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے ۲۳ رنومبر ۱۹۶۶ء کو نماز جنازہ پڑھائی اور شجاع آباد کے آبائی قبرستان میں پیوند خاک کر دیے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ اس مرد قلندر کی مغفرت فرمائے، ان کے فیض کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی صورت میں جاری وساری اور ترقی کی راہ پر گامزن رکھتے ہوئے شمع ختم نبوت کے پروانوں کے ایمان کی تقویت کا ذریعہ بنائے اور گمراہان راہ حق قادیانیوں کے لئے قبول ایمان اور سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

آیئے اس عظیم مشن میں شامل ہو کر کاروان بخاری، دبستان قاضی کو تر و تازہ رکھیں۔ ☆☆☆

آغا شورش کاشمیری...

عبدالستار اعوان

بسا اوقات اس خیال سے دل میں ہوک سی اٹھتی ہے کہ ہم ایسے معاشرے میں سانس لے رہے ہیں جو آغا شورش کاشمیری جیسے محسنوں کو فراموش کر کے بے مروتی اور کج ادائی کی تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ ہر سال آغا شورش کاشمیری جیسے عظیم انسان کا یوم وفات چپکے سے گزر جاتا ہے۔ اس موقع پر ان کے صاحبزادے مشہور شورش کی باقاعدہ تحریر نظر سے گزرتی ہے یا پھر افکار شورش کے علمبردار اور شورش کاشمیری کے فکری جانشین حافظ شفیق الرحمن اور چند دیگر قلم کاروں کے رشحات قلم سامنے آتے ہیں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ آغا صاحب تو ایک عزم، ایک تحریک کا نام تھا، ان کے یوم وفات پر کم از کم اس قدر بے حسی تو نہیں ہونی چاہئے۔ زیادہ نہیں تو قومی اخبارات ہی خصوصی ایڈیشنز کا اہتمام کرلیا کریں، کیونکہ شورش کاشمیری کی بے باک اور آبرومندانہ صحافت تو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ یہ ان کی بے باک صحافت ہی تھی جس کی بدولت قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

''میں شورش کاشمیری کو ان کی بے مثال استقامت پر سلیوٹ پیش کرتا ہوں۔ ہفت روزہ چٹان صحافت کی اعلیٰ روایات اور قلم کی آبرو کا نڈر محافظ ہے۔ چٹان اور اس کے ایڈیٹر کا نام ہمیشہ سربلند رہے گا۔''

آغا شورش کاشمیری کو اس جہان فانی سے کوچ کئے چار دہائیاں بیت رہی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ آج بھی اپنے لافانی نظریات اور تابناک کردار کی بدولت لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ شورش کاشمیری کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صحیح معنوں میں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔ ان میں بے پناہ خوبیاں تھیں، وہ ایسی ان گنت صفات کے مالک تھے جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ وہ ہر اس تحریک کے روح رواں رہے جو انگریز یا استحصالی نظام کے خلاف اٹھی۔ انہوں نے ہمیشہ انگریزی غلامی سے نفرت کا درس دیا، آزادی کی بے پایاں تڑپ اور غلامی سے شدید نفرت نے انہیں زندان خانے کا مستقل باسی بنا دیا تھا۔ شورش کاشمیری کی خداداد صلاحیتوں کا اندازہ اس سے لگایئے کہ صرف ۱۴ برس کی عمر میں شاعری شروع کردی تھی اور احسان دانش، اختر شیروانی جیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرلی تھی۔ شورش کاشمیری ۱۹۳۵ء میں پہلی بار پابند سلاسل کئے گئے اور دو سال بعد رہا ہوئے، پھر ان کے جنوں کی شورشوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا اور زمانہ انہیں حیرت سے تکتا رہا۔ انہوں نے مجموعی طور پر تقریباً سولہ برس جیل کاٹی، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے اصولوں سے سمجھوتہ نہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں ایوب خان نے انہیں پابند سلاسل کیا تو انہوں نے اس موقع پر تاریخی جملہ کہا تھا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے کہا: ''جاؤ اور ایوب سے جا کر کہہ دو! دو چیزیں ہمیشہ نہیں رہتیں، ایک اقتدار اور دوسری مصیبت۔ اقتدار تمہارا نہیں رہے گا اور ہماری مصیبت کے دن بھی کٹ جائیں گے۔''

مولانا مفتی محمودؒ نے کہا تھا: ''میں آغا شورش کو ان کی قلندرانہ جرأت اور مومنانہ جسارت پر سلام پیش کرتا ہوں۔'' علامہ نیاز فتح پوری نے کہا: ''شورش اپنے تخلص کا صحیح ترین مصداق ہے۔'' ممتاز ادیب فاضل دیوبند علامہ تاجور نجیب آبادی نے کہا: ''شورش اگر صرف شاعر ہی کا ہو رہتا تو اردو کا اتنا بڑا شاعر ہوتا کہ بڑے بڑے شعراء کو دنیا بھول جاتی۔'' جب ۲۸ سال کی عمر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی موجودگی میں شورش کاشمیری نے خطابت کے جوہر دکھائے تو مولانا کہہ اٹھے: ''اس نوجوان کی تقریر سنی، زبان سے نہیں دل سے اس کے لئے دعا نکلتی ہے۔'' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جب شورش کو سنا تو حیرت میں ڈوب گئے، پھر فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے شورش کے گلے میں گراریاں لگی ہیں، الحمدللہ! میرے بڑھاپا جوان ہوگیا ہے، میں برگد کا درخت نہیں کہ جس کے نیچے دوسرا پودا نہ اگ سکتا ہو، میں شورش جیسے جوان سے مطمئن ہوں۔''

آغا شورش کاشمیری نے علم و ادب، سیاست و خطابت اور صحافت کے میدان میں بیک وقت شہسواری کی۔ ایک جانب طاقت اور غرور و تکبر کی اونچی فصلیں تھیں تو دوسری جانب شورش کاشمیری جیسے مرد قلندر کا غیر متزلزل ایمان تھا، پھر زمانے نے دیکھا کہ ان کے حق اور سچ کی خاطر لڑنے کی ادا، لافانی جذبے، ولولے اور حوصلے کے آگے غرور سے تنی گردنیں جھکتی چلی گئیں اور شورش کاشمیری فتح و ظفر کے پھریرے لہراتے گئے۔ ختم نبوت جیسے حساس معاملے پر شورش کاشمیری کا روشن کردار رہتی دنیا تک اس محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے مشعل راہ رہے گا، چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ وہ شورش کاشمیری کہ جنہوں نے کسی کے آگے جھکنا گوارا نہ کیا تھا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی خاطر ذوالفقار علی بھٹو کے آگے جھک گئے اور ختم نبوت کے جذبے سے سرشار شورش کاشمیری نے جھولی اٹھا کر اور گڑگڑا کر بھٹو صاحب سے کہا: ''خدا کے لئے یہ مسئلہ حل کردو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج رکھ لو اور قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دلوانے میں کردار ادا کرو۔'' چنانچہ شورش کے جذبہ ایمانی نے ایسا اثر دکھایا کہ بھٹو صاحب نے فوراً

وعدہ کرلیا کہ یہ مسئلہ جلد حل کرلیا جائے گا اور واقعی انہوں نے یہ مسئلہ حل کر دکھایا۔

آغا شورش کاشمیری نے اپنے عہد کے جن بڑے لوگوں سے استفادہ کیا، ان میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان اور چوہدری افضل حق رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:

"مولانا آزاد کی تحریروں نے شورش کے قلم، فکر اور بیان کو نکھارا۔ اقبال ان کے روحانی مرشد ٹھہرے اور ان سے جذب و سوز عشق اور بے خودی کا سبق سیکھا۔ ظفر علی خان کی صحبتوں سے قلم کو تیغ بنانے کا سلیقہ سیکھا اور عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، حمید نظامی جیسے لوگوں سے حرمت حرف کا درس لیا۔ آغا شورش کاشمیری کی پُراثر تحریریں اور باتیں ایسی یادگار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوسکتیں۔ ایک موقع پر کہا: لوگو! سچ بولنا بڑا خطرناک ہے، سچ سے زیادہ کوئی چیز کڑوی نہیں، سچ کے لئے ہمیشہ دو افراد کی ضرورت ہوتی ہے، ایک وہ جو سچ بولے اور دوسرا جو سچ سنے، سچ تبھی مکمل ہوتا ہے، یہاں سچ بولنے والے کمیاب ہیں بلکہ نایاب ہیں، اکثر سچائیاں صرف اس لئے ناکام ہوگئیں کہ ان کے پاس طاقت نہ تھی اور بیشتر جھوٹ اس لئے سچ ہوگئے کہ انہیں طاقت نے پروان چڑھایا تھا۔"

آغا صاحب ۱۴ر اگست ۱۹۱۷ء کو پیدا اور ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ خدا ان کی روح کو شاد رکھے۔ آمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۳۱ر اکتوبر ۲۰۱۵ء)

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

سحر سحر ہے اجالا، نظر نظر روشن
جمالِ مصطفوی سے ابھر رہی ہے کرن
قمرِ رسالت کا دور آ پہنچا
نثار نقشِ پا تمام نقشِ کہن

(طالب جلال)

زباں پہ نام محمد ﷺ ہے احترام کے بعد
کبھی صلاۃ سے پہلے، کبھی سلام کے بعد
کوئی پیام نہیں آپ کے پیام کے بعد
کلام ختم ہوئے آخری کلام کے بعد

(طالب جلال)

کون ہے فخرِ دو عالم تاجدار آخرین
قبلۂ کون و مکاں کعبہ دنیا و دیں
اسمہ "احمد ﷺ" لقب محبوب رب العالمین
ساقیِ تسنیم و کوثر شاہ ختم المرسلین

(طالب جلال)

تجھ سے پہلے تھا ہر اک سمت خزاں کا عالَم
تیرے آتے ہی ہر شے پہ بہار آئی ہے
کون ہے ختم رُسل، ہادیِ کُل تیرے سوا
ہر بڑی شان میں آقا تیری یکتائی ہے

(غافل کرنالوی)

وجود پاک ہے کتنا محبت آفریں تیرا
نہیں ثانی کوئی اے رحمت للعالمین تیرا
رہے گا حکم تیرا کارفرما روزِ آخر تک
لقب اے شافعِ محشر ہے ختم المرسلیں تیرا

(ہادی مچھلی شہری)

انبیاء و مرسلین میں آپ کا اونچا مقام
آپ محبوبِ خدا ہیں، آپ ہیں خیرالانامؐ
آپ ہیں ختم الرسل، فخرالرسل، شاہِ امم
آپ ہی ہیں نوعِ انسانی کے لاثانی امام

(نور محمد انور)

ہمارا عہدِ غلامی ہے دائمی اُنؐ سے
ہر اک مقام پر ملتی ہے روشنی اُنؐ سے
بنام ختمِ رُسلؐ عزتیں ہیں ختم اُن پر
شرف ہے اُن سے مشرف تو عظمتیں اُن سے

(دانش عثمانی)

عاشق رسول اور ختم نبوت کے مخلص کارکن

حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ بھی انتقال کر گئے

قاری عزیز الرحمٰن ثاقب

حافظ محمد ثاقبؒ گوجرانوالہ کے بزرگ رہنما اور ختم نبوت کے مخلص و پُرجوش کارکن تھے، جن کا گزشتہ دنوں گوجرانوالہ میں انتقال ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے صاحبزادے قاری عزیز الرحمٰن ثاقب نے اپنے گرامی قدر والد ماجد کے حالات و واقعات ہمیں لکھ بھیجے ہیں، جنہیں ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حافظ محمد ثاقبؒ (والد صاحب) جنوری ۱۹۳۳ء، مطابق ۲۷ر جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ کو ہندوستان میں رائے کوٹ ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت والد صاحب کا نام حضرت مولانا محمد انوریؒ (فیصل آباد) والوں نے اپنے نام پر محمد تجویز کیا۔ ثاقب تخلص بعد میں رکھا گیا۔ قرآن پاک کے ۲۰ پارے ہندوستان میں حافظ صدر الدینؒ (کمالیہ) سے پڑھے اور دس پارے حافظ عبدالحمید صاحبؒ گوجرانوالہ میں پڑھے۔ خاندان کے پہلے حافظ تھے آپ نے اپنی اولاد کو اس طرف متوجہ کیا، اپنے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کو حافظ بنایا اور ایک کو حافظ مولوی اور مفتی بنایا۔ ان کی برکت اور محنت سے خاندان میں حفاظ کی تعداد ۷۰ سے بھی تجاوز کر چکی ہے، جن میں چند عالم بھی ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ کو شروع ہی سے علماء، صلحا کی صحبت میسر رہی۔ پہلی بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے کی پھر حضرت کے خلفا حضرت مولانا عبدالوحید رائے پوریؒ، حضرت مولانا عبدالجلیلؒ رائے پوری اور آخر میں حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالوحید رائے پوریؒ نے خلافت سے بھی نوازا تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالوحید رائے پوریؒ والد صاحبؒ پر بہت مہربان تھے، کمال شفقت اور اعتماد بھی فرماتے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ شروع میں جمعیت علماء اسلام کے رکن بنے بعد میں تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی خدمات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حوالہ کر دیں اور عرصہ چالیس سال سے زائد مجلس کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ختم نبوت کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت اور عقیدت تھی کہ پورے ضلع میں ختم نبوت ہی آپ کی پہچان بن گئی۔

قبلہ والد صاحب کو ختم نبوت کے ساتھ اس قدر لگاؤ تھا کہ جب مسجد کی بنیاد رکھنے لگے تو مسجد کا نام خاتم النبیین رکھا۔ اسی طرح مدرسے کی بنیاد رکھی تو مدرسہ کا نام ”مدرسہ انوریہ ختم نبوت“ رکھا۔

گوجرانوالہ ختم نبوت دفتر میں جب والد صاحب نے باقاعدہ ڈیوٹی دینی شروع کی تو ہمارے محلے میں ایک چوہدری خیر دین تھا، اس کا ایک کارخانہ تھا، اس نے والد صاحب کو بہت اچھی تنخواہ کی پیش کش کی۔ والد صاحب نے کہا کہ: میں سوچ کے بتاؤں گا۔ والد صاحب نے ایک خواب دیکھا، جس میں اپنے آپ کو دینی کام میں مشغول دیکھا تو چوہدری خیر دین کو انکار کر دیا کہ مجھے زیادہ تنخواہ نہیں چاہئے۔

آپ کے پوتے مولوی عبداللہ انیس نے جب مدرسہ رائیونڈ سے دورۂ کیا اور وہاں سے گھر پہنچا تو والد صاحب کو پتہ چلا کہ اب وہ سال کے لئے جماعت میں جا رہا ہے۔ مولوی صاحب نے جب ان سے اجازت چاہی تو کہا کہ پہلے چناب نگر جاؤ، وہاں رد قادیانیت کورس ہو رہا ہے وہ کرو، پھر اجازت ملے گی۔ ان کے کہنے پر مولوی عبداللہ انیس کورس کے لئے چناب نگر چلے گئے۔ جس دن کورس کی اختتامی دعا تھی اس دن والد صاحب بھی سفر کر کے چناب نگر پہنچے۔ اکابرین کی موجودگی میں مولوی عبداللہ انیس نے عربی میں تقریر کی، جس پر اساتذہ کرام اور دیگر حضرات بہت خوش ہوئے، اساتذہ کرام نے مولوی عبداللہ انیس کو کچھ رقم اور کچھ عربی کتب تحفہ میں دیں تو والد صاحب بہت خوش ہوئے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

والد صاحب کا اکابرین سے بہت گہرا تعلق تھا، گوجرانوالہ کی جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں مفتی عبدالواحدؒ سے کافی تعلق تھا، وہ اکثر ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔ مفتی محمودؒ و امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ یہ حضرات بھی ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے مدرسہ انوریہ ختم نبوت کی سنگ بنیاد حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمدؒ نے رکھی تھی۔ اسی طرح حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے صاحبزادے مولانا انظر شاہ کشمیریؒ بھی ہمارے ہاں تشریف لائے تھے۔

گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، حافظ آباد وغیرہ میں ختم نبوت سے متعلق بیسیوں مقدمات مثلاً

اسلم قریشی کے اغوا، گجرات چک سکندر ربہ دو ہتر وغیرہ کی پیروی میں والد صاحبؒ نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

والد صاحبؒ کے ہاتھ پر کئی قادیانیوں اور عیسائیوں نے اسلام بھی قبول کیا۔ آپ ان کی تربیت اور تمام ضرورتوں کو بھی پورا کیا کرتے تھے۔

والد صاحبؒ اپنے کام میں اس قدر مخلص اور ذمہ دار تھے کہ جب مرزا طاہر نے علماء کرام کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور کئی لوگوں کو خطوط لکھے، ایک چیلنج والد صاحب کو بھی کیا تھا۔ والد صاحب نے اس کا بھرپور جواب دیا۔

انہی دنوں حضرت قبلہ شاہ سیّد علاؤالدین جیلانیؒ (دارالسلام والوں) نے کمال شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت والد صاحبؒ کو اپنے پاس تین دن کے لئے اعتکاف کروایا اور بہت سی دعاؤں اور تحائف سے نوازا۔ انہی بزرگوں کی صحبت اور تربیت تھی کہ والد صاحب ہر وقت اپنے کام کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو تلاوت، درود شریف اور ذکراللہ سے معطر رکھتے تھے۔

والد صاحب نے اپنی ڈائری میں ایک شعر بہت جگہ لکھا ہوا تھا جو ان کے عاشق مدینہ ہونے کی علامت ہے:

تمنا ہے دل دی میں دربار دیکھاں
مدینے دی گلیاں تے بازار دیکھاں
خدا جے دکھاوے مدینے دی بستی
مس رجاں کدی نہ چاہے لکھ بار دیکھا

ایک مرتبہ شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ سے عرض کیا کہ میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا نصاب شروع کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ حضرتؒ نے کہا کہ ہاں صحیح ہے اور ایک نصاب میرے لئے بھی پڑھنا۔ حضرت والد صاحب نے اساتذہ، مشائخ اور اعزا و اقربا کے لئے ۶۴ مکمل کئے اور ہر ماہ دو قرآن پاک مکمل کرتے تھے۔ دلائل الخیرات، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول اور الحزب الاعظم روزانہ کے معمولات تھے اور درود شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھنے والے تھے، چنانچہ انہی اذکار کی برکت تھی کہ آخر وقت میں کلمہ طیبہ کے ساتھ ہونٹ حرکت پر تھے اور اسی پر واصل بحق ہوگئے۔ رحمۃ اللّٰہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

والد صاحبؒ عالم تو نہ تھے لیکن جنازہ میں علماء کی کثیر تعداد شریک ہوئی اور نماز جنازہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پڑھائی۔

☆☆..........☆☆

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرو خرما	جوز ماثل
مصطگی	جلوتری	ج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اکر	لاچی خورد	بیج کونچ	مغز ...
ورق طلاء	لونگ	ماکی	لاچی کلاں	...	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جڑ موسلے	ترنجبین	ماجو	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کپور	بہمن سفید	گوند کتیرا	

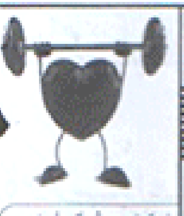

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لئے مفید
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب ...	شہد خالص	بہمن سفید	گاؤزبان
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
گل ...	لاچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری 0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ لائبریری گراونڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

قادیانیت کے خلاف امت مسلمہ کے فتاویٰ جات کا مجموعہ

فتاویٰ ختمِ نبوت

۳ جلدیں

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب: ۔ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

زیرِ نگرانی: ۔ مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام ومفتیانِ عظام کے وہ فتاویٰ جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ختمِ نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومبلغین کے لئے معین ومددگار
- لائبریریوں اور دارالافتاؤں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- عمدہ کاغذ، جاذبِ نظر سرورق
- علماء وطلباء اور کارکنان ختمِ نبوت کے لئے خصوصی رعایت

صرف =/1000 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن، کراچی

021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115590

شائع کردہ: عالمی مجلسِ تحفظ ختمِ نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

021-32780337, 021-34234476